حضرت مجدد الوقت امام الزّمان مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب میرزا غلام احمد صاحب

رئیس قادیان

Khuda Bakhsh Library
Acc. No 22395
4.11.87

کی

تقریروں کا مجموعہ

S. No. 88

KONIBAR COLLECTION
Donated by Qazi Ahmad Husain

جو

بمقام لاہور حضور ممدوح نے مختلف اوقات میں زبانی فرمائیں

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام حافظ حکیم فضل دین صاحب
مالک مطبع کے چھپکر شائع ہوا

تعداد اشاعت ۴۰۰ | تاریخ طبع ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء | قیمت ۳ر

(الف)

فہرست کتب موجودہ و زیر طبع

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حافظ حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے مل سکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اردو	۵ر
" حصہ دوم و سوم و چہارم نمبر ۲ و ۳ و ۴ - دلائل حقیقت اسلام تفسیر چند آیات و رد آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ	"	کل مجموعہ للعہ
سرمہ چشم آریہ - آریوں کے رد میں -	"	۱۲ر
برکات الدعاء - دعا کی فوائد اور ضرورت -	"	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ و حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ -	اردو عربی مترجم فارسی	عگ
انوار الاسلام - عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پوری ہونے کی تفصیل رد عیسائی	اردو	۴ر
نسیم دعوت و سناتن دھرم - رد آریہ	"	۳ر
کتاب البریہ - سوانح حضرت اقدس و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا	"	عہ ر
ایام الصلح دعویٰ مع دلائل و	"	۸ر
ایام الصلح پیشگوئی طاعون -	فارسی	۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - نشان صداقت مرسلین اور لوگوں کو ایک نعمت کیطرف دعوۃ -	اردو	۴ر
حضرت اقدس علیہ السلام کا ریویو - عبد اللہ چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر	"	-ر
روئداد جلسہ دعا - ٹرانسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس کا لیکچر -	"	۲ر
استفتاء - لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا -	"	۱ر
نور القرآن حصہ اول و دوم نمبر ۱ و ۲ - رد عیسائی و آریہ	"	۶ر

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین - حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادوں کی آمین	نظم اردو	-ر
ستارہ قیصرہ - شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اردو	-ر
تحفہ قیصرہ - قیصرہ ہند اور اسکو دعوۃ اسلام	"	۲ر
کرامات الصادقین - تفسیر سورہ فاتحہ -	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ حصہ اول ثبوت وفات مسیح و رسالت خود	عربی مترجم اردو	۸ر
سیرۃ الابدال - مقربین کے علامات -	عربی	۱ر
سچائی کا اظہار - رد عیسائی -	اردو	-ر
نور الحق حصہ اول و دوم نمبر ۱ و ۲ - رد عیسائی و پیشگوئی خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مترجم اردو	۱۴ر
تحفہ بغداد - ایک بغدادی مولوی کے اعتراضوں کا جواب	عربی	۲ر
سراج منیر - چند پیشگوئیوں کی پورا ہونیکی تفصیل	اردو	۴ر
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس کے انتخاب حصہ اول	اردو و فارسی	۵ر
" اشعار صرف	اردو	۱ر
حقیقۃ المہدی - آنیوالا مہدی صلح کار ہوگا نہ خونی	"	۱ر
شرائط بیعت عشرہ مع تکمیل تبلیغ و عبادت جو بیعت کیوقت پڑھائی جاتی ہے	"	-ر
اعجاز المسیح - تفسیر سورہ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی -	عربی مترجم فارسی	۱۲ر
ازالہ اوہام حصہ اول و دوم جواب معترضین وفات مسیح و حقیقت دجال و یاجوج ماجوج و تفسیر چند آیات	اردو	۲ عہ ر
حجۃ الاسلام - رد عیسائی -	"	۱ر
شحنہ حق - رد آریہ -	"	۶ر
فتح اسلام - دعویٰ خود و ذکر پنج شاخ -	"	۲ر
توضیح مرام - حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات	"	۳ر
اتمام الحجۃ - مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی اردو	۲ر
انجام آتھم - رد نصرانیت و علماء کو دعوۃ -	اردو و عربی مترجم اردو	۴ عہ ر

مجموعہ تقریر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر ۲۱ اگست سنہ ۱۹۰۴ء بمقام لاہور بعد نماز ظہر

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کرونگا یہی تمھارے لیے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے بلکہ خدا کے نزدیک تمھاری اُسوقت قدر ہوگی جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے تو وہی برے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کیلیے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں کہ انسان اُن سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اُسے مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اُسے معلوم ہو کہ اسکے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں تو انسان عقلمند ہے اُسے کسقدر خوف اور پرہیز کرنا چاہیئے یہ امر بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقع پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اُس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔ مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسیکو جانے کے لیے کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیویں تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہوگا کہ کہیں مجکو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ کام کو جلد پورا کر کے وہاں سے بھاگے۔ پر گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہونا ہی ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو سکے لیے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے جسقدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اُسیقدر خوف زیادہ ہوگا + مصرعہ ہر کہ عارف تر است ترساں تر + اس امر میں اصل معرفت ہے اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت

ایک ایسی شے ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے انسان ادنیٰ ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ جو قادر مطلق ہے اور علیم و بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اسکے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اسقدر جرأت کرتا ہے اگر سوچکر دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ معرفت ہی نہیں ٭

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ان کے دلوں کو ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں ......

...... تو خدا کے قہر اور اُس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اسکے یقین کامل ہرگز نہیں ہوسکتا وہ اُسی وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ...... ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کیلیے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جنمیں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کیطرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جبتک خدا کی مدد ساتھ نہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی ٭

نماز جو کہ پانچوقت ادا کی جاتی ہے اسمیں بھی یہی ارشاد ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی نماز کے معنی ٹکریں مار لینے اور رسم عادات کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے جسکو دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ الوہیت پر گر پڑے۔ جہانتک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اسپر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اُس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سم قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے اور جسنے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اسکا علاج ہے۔

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَ لَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۲۷ کہ تم اپنے آپ کو مزکی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے تو خدا اُس کا متولی اور متکفل ہوجاتا ہے اور جیسے ماں بچہ کو گود میں پرورش کرتی ہے اسیطرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا کا نور اُس کے دل پر گر کر کل دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اُسے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے کہ اب یہ طاقت مجھمیں مستقل

طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہو گی جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اُس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہوں گا تو پھر کہاں سے تو روشنی لے گی اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے استغفار کی ضرورت ہے **انبیاء جو استغفار** کرتے ہیں اُس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور انکو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے نادان لوگ لاعلمی کیوجہ سے یہ کہتے اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے ناز کی نہیں بلکہ روتے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اُس نور سے بالکل محروم تھا جو اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے کوئی نبی جس قدر زیادہ استغفار کرنے والا ثابت ہو گا اُسی قدر اُس کا درجہ بڑا اور بلند ہو گا لیکن جسکو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اُس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ سے مدامی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور نبی ہو یا کوئی اور سب خدا سے انھیں حاصل کرتے ہیں سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اس روشنی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے اور زیادہ ملے اسی کی تحصیل کے لیے پنجگانہ نماز بھی ہے تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دوری ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے۔ میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں اور اُن میں یہی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ میری املاک کے لیے یا اولاد کے لیے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے جسمیں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کے لیے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانسو روپیہ ملجاوے تو میں بیعت کر لوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھڑانا چاہتے ہیں وہی ہمسے طلب کیجاتی ہیں اسی لیے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنیوالے بہت کم ہوتے ہیں بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ ابھی ذکر ہوا ہے اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں جیسے کہ کسی کا لڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے کہ میں نے تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھے کیوں ہوا اُس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہو گئے مگر کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا تو نے مجھے پیغمبر

بنایا تھا میرے گیارہ بچے کیوں مار دیے۔ غرضکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہیے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہیے کہ میں بادشاہ بھی بنجاؤں گا یا ایسی کیمیا حاصل ہو جائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اس لیے مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگو نکو چھڑا دیوں۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کیطرف آتے ہیں اور اُسکے لیے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا انکو اور انکی اولاد کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا لیکن مینے کبھی نہیں دیکھا کہ صالح آدمی کی اولاد ضائع ہوئی ہے خدا تعالیٰ خود اُس کا متکفل ہوتا ہے لیکن ابتدا میں ابتلا کا آنا ضروری ہے تا کہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جاوے

شعر: عشق اول سرکش و خونی بود * تا گریزد ہر کہ بیرونی بود *

دوسرے ابتلا اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگو نکو دکھلاوے کہ جو ہماری طرف آنیوالے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن مُنہ نہیں پھیرتے اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اُنسے وہی سنت برتتا ہے جو منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیے *

مومن کیلئے دوزخ اور جنت دونو

میں خدا تعالیٰ سے زیادہ پیارا رحیم اور محبت کرنے والا کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے کوئی دلے اُسکا ہو تو پھر دیکھے کہ آیا مخلص کے لیے دستگیری اور کفالت اسکی بخوبی ہے کہ نہیں لیکن جو اُسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا اور بعد ازاں اندھا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے مجھپر یہ آفت آئی اس لیے کافر ہو گیا آنحضرتؐ نے اُسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اسبات پر قادر تھا کہ اُسے دوبارہ بینائی بخشتا لیکن کافر ہو کر دیکھ لے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا بنگیا۔ مجھے فکر ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو خدا کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جائیں۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھپر ایمان لاوے اول وہ مصائب کے لیے تیار رہے مگر یہ سب کچھ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اُسپر فضل کر دیتا ہے۔

کیونکہ مومن کے لیے دو حالتیں ہیں اول تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اُس کے لیے تیار کیا جاتا ہے جسمیں اُسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اُسکے استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے اور جب وہ اُسمیں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدلدیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہانتک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اُسکی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اُسکے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے

وہ ہوتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ لِلْحَرْبِ کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرتا ہے وہ جنگ کے لیے تیار ہو جاوے۔ اسقدر غیرت خدا کو اپنے بندہ کے لیے ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شے سے اسقدر تردد نہیں ہوتا کہ جس قدر مومن کی جان لینے سے ہوتا ہے اور اسی لیے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اُسے مہلت دیدیتا ہے کہ کچھ عرصہ تک اور دنیا میں رہ لیوے +

اس جماعت کو طیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان۔ کان۔ آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نور اُس کے اندر اور باہر ہو اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بیجا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چُپ ہو رہے اور اُس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اول اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے چاہیے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے تو اس کے لیے دردِ دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے۔ جیسے دنیا کے قانون ہیں ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑ دے۔ پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی تب تک تمھاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کرو گے تو بہت جلد خدا تک پہونچ جاوگے لیکن مجھے افسوس ہے کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتتِ اعدا ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود بھی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں +

یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لیے قرآن شریف میں آیا ہے کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں تو دوسری قسم میں کمزور۔ اگر ایک خُلق کا رنگ اچھا ہے تو دوسرے کا بُرا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصلاح ناممکن ہے۔ خُلق سے مراد ہماری شیریں کلامی نہیں ہے بلکہ خَلق اور خُلق دو لفظ ہیں۔ آنکھ کان۔ ناک وغیرہ جس قدر اعضا ظاہری ہیں جنسے انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہ سب خَلق کہلاتے ہیں اور اس کے مقابل پر باطنی قویٰ کا نام خُلق ہے مثلاً عقل۔ فہم۔ شجاعت۔ عفت

اصلاح کے لحاظ سے خَلق اور خُلق میں فرق

تہور وغیرہ اس قسم کے جس قدر قوٰی سرشت میں ہوتے ہیں وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اور خُلق کو خَلق پر اسلیے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہاتھ چھوٹا پیدا ہوا ہے تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو تو اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا اور اسلیے دروازہ پر ایک دربان مقرر کیا ہوا تھا جسکو حکم تھا کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آوے تو اول اُس کا حلیہ بیان کرو اس حلیہ کے ذریعہ وہ اُس کے اخلاق کا حال معلوم کر کے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا تو ملاقات کرتا ورنہ رد کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص اُسکی ملاقات کے لیے آیا۔ دربان نے اطلاع دی اُس کے نقوش کا حال سُنکر افلاطون نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ اسپر اس شخص نے کہلا بھیجا کہ افلاطون سے کہدو کہ جو کچھ تمنے سمجھا ہے بالکل درست ہے مگر مینے قوت مجاہدہ سے اپنی اصلاح کر لی ہے اسپر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دیدی۔ پس خُلق ایسی شے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا لیکن دعا اور عمل سے کام لوگے تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکوگے۔ عمل اسطرح پر کہ اگر کوئی شخص ممسک ہو تو وہ قدر قدر سے خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھے گا اور اسکی عادت امساک کی دور ہو جاوے گی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے +

اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کیطرح بنا دے اس کا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کیطرح وحدت جمہوری کے ایک تاگے میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لیے ہیں تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں ملکر کھڑے ہونے کا حکم اس لیے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اُسے قوت دیوے حتیٰ کہ حج بھی اسی لیے ہے اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اسطرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اول یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچوقت نمازوں کو محلہ کی مسجد میں ادا کریں تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملاکر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے حتیٰ کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کیوجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونیکے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہجاتا ہے

غرض وحدت جمہوری کی ہے اور نماز وغیرہ کے اسرار

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے اس لیے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ ملکر تعارف اور وحدت پیدا کریں آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاوینگے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں کہ دیہات اور شہر کے لوگ ملکر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسیطرح تمام دنیا کے اجتماع کے لیے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ معظمہ کے میدان میں سب جمع ہوں غرضکہ اسطرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپس میں اُلفت اور اُنس ترقی پکڑے۔ افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اسبات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کیطرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لیے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کون سا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین میں بھی نماز نہ ادا کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کو انوار دوسروں پر اثر کر کے انہیں قوت بخشیں +

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے جسکی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرماتا ہے کہ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ یعنی تم خدا کے صادق اور راست باز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ اُن کے صدق کے انوار سے تمکو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بناوے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے۔ درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی پاک محبت حاصل کی جاوے۔ ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جسقدر اندرونی آلودگیاں ہیں اُن سب سے الگ ہو کر ایک مصفا قطرہ کیطرح بنجاوے۔ جبتک یہ حالت میسر نہ ہو گی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لیے وَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا کہکر قرآن شریف میں قسم بھی کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لیے دعا بھی کرے گا اور تدبیر سے بھی اسطرح کام لے گا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اُسکو حارج ہیں ان سبکو ترک کر دیگا اور رسم اور عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہو گا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرے گا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہمنے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی حالانکہ دعا کا حق تو اُن سے ادا ہی نہ ہوا۔ تو قبول کیسے ہو۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس لگی ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لیکر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اُس کی شکایت بجا ہو گی؟ ہرگز نہیں جبتک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی

اصلاح نفس و اخلاق کا ایک بڑا ذریعہ اور اخلاص کی ضرورت

نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا یہی حال دعا کا ہے۔ اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب بھی بجا لاوے اور وقت بھی میسر آوے تو امید ہے کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے لیکن رستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہو گئے) اور صدہا ابھی آیندہ مرینگے طیار میں ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسیطرح وہ بد اعمالیاں جنمیں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں ان کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ پھر عجب خود بینی تکبر اور ریا وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں +

نیک عمل کی مثال ایک پرند کیطرح ہے اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جاوے گا اور یہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا + عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو صلاحیت ہی صلاحیت ہو نہ عجب ہو نہ کبر ہو نہ نخوت ہو نہ تکبر ہو نہ نفسانی اغراض کا کوئی حصہ ہو نہ رو بخلق ہو حتیٰ کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو جبتک دوسری قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھاوے گا اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جسکی بنیاد صرف ایک پیالہ چاء یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے ایسا انسان جس دن اسمیں فرق آتا دیکھے گا اُسی دن قطع تعلق کرے گا۔ جو لوگ اس لیے خدا تعالیٰ سے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرہ میں ہے جسدن انکے اغراض کو کوئی صدمہ پہونچا اُسی دن ایمان میں بھی فرق آجاوے گا اس لیے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا کی عبادت نہیں کرتا +

راستبازوں کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ مصیبت سے انکو چڑ ہوتی ہے اور جب ایسے موقع پر شیطان دخل دیکر انکو بہکانا چاہتا ہے تب انکی غیرت جوش مارتی ہے اور بجائے اسکے کہ ان کا قدم پیچھے ہٹے وہ آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان ہمیں ہرگز پیچھے نہیں ڈال سکتا۔ شیطان بھی ایسے موقع پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس لغزش کے لیے پیش کرتا ہے۔ مال۔ اولاد۔ عزت آبرو۔ خلقت کی ملامت۔ طعن۔ تشنیع وغیرہ سب نقصانوں سے ڈراتا ہے لیکن وہ اول ہی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم ان نقصانوں کی کچھ پروانہ کرینگے آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان انکو نزدیک ایک مخنث سے بھی کمتر ہوتا ہے لیکن جس کا دعویٰ تو ایمان کا ہوتا ہے اور دماغ میں نفسانی اغراض بھرے ہوئے ہوتے ہیں تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اُسپر جماتا ہے اور جس رستہ چاہتا ہے چلاتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ سفلی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا +

راستبازوں کی نشانی +

شیطان کی حقیقت

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں ایسے ہوں کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود سے انکار بھی نادانی ہے کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ بیٹھے بیٹھے ایک لہر اُس کے دل میں آتی ہے کہ نیکی کروں اور اکثر اوقات وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے کہ بلا اس کے تقاضا کے پورا کیئے کے رہ ہی نہیں سکتا اور اسیطرح کبھی اسکے دل میں ایسی لہر اُٹھتی ہے کہ جو بدی کیطرف رغبت دلاتی ہے اور وہ گھر سے اُٹھکر کنجر وںکی طرف چلا جاتا ہے۔ پس یہ دو قوتیں ہیں جنمیں سے بدی کے محرک کا نام شیطان رکھلو۔ انسان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ ابتدائی مراحل میں ہر ایک شے کی حقیقت کو سمجھ لیوے جیسے جیسے بتدریج اُس کی معرفت ترقی کرتی ہے ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے آسمان کے ستاروں کو دیکھو کہ وہ اول سوائے نقطوں کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتے مگر جب انھیں نقطوں کو دوربینوں سے دیکھا جاوے تو کس قدر عجائبات معلوم ہوتے ہیں اور سابقہ معرفت اسکے آگے ہیچ نظر آتی ہے اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ میں نے اسکو نقطہ کیوں سمجھا ایسے ہی شیطان اور فرشتہ کے وجود کا حال ہے کہ انکو اول نقطوں کیطرح ماننا پڑتا ہے اور پھر اُس دوربین سے جو لینیا لیکر آتے ہیں دیکھا جاوے تو انکی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے یہ تو جملہ معترضہ تھا کہ جو درمیان میں آگیا ہے پھر میں اصل مطلب کو بیان کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو۔

عورتیں بت پرستی کی جڑ ہیں

عورتیں بُت پرستی کی جڑ ہیں کیونکہ انکی طبائع کا میلان زینت پرستی کیطرف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بُت پرستی کی ابتدا انہی سے ہوئی ہے بُزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے کہ ذرا سی سختی پر اپنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہیں اس لیے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ اُن میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں پس بہت ضروری ہے کہ انکی اصلاح کیطرف متوجہ رہو خدا تعالے فرماتا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ ۵/۲ اور اسی لیے مرد کو عورتوں کی نسبت قویٰ زیادہ دیئے گئے ہیں۔ اس وقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں انکی عقلوں پر تعجب آتا ہے وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیجکر دیکھیں تو سہی کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف ایکطرف تو اُسے حمل ہے اور ایکطرف جنگ ہے وہ کیا کر سکے گی۔ غرضکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قویٰ کمزور ہیں اور کم بھی ہیں اسلیے مرد کو چاہیے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے ؂

بے پردگی اور عورتوں کی اخلاقی حالت

یورپ کیطرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے۔ ذرا انکی اخلاقی حالت کو اندازہ کرو۔ اگر اس آزادی اور بے پردگی سے انکی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم

مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہو کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو اُن کے تعلقات کسقدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے پھر جسحالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔ مردونکی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کسطرح بے لگام گھوڑے کیطرح ہو گئے ہیں نہ خدا کا خوف ہو رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس سب سے اول ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردونکی اخلاقی حالت درست کرو اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اُسوقت اس بحث کو چھوڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے یا نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اسبات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریونکو شیروں کے آگے رکھدینا ہے۔ ان لوگونکو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ کو غور نہیں کرتے کم سے کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردونکی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدنظر رکھکر حسب حال تعلیم دیتا ہے) کیا مسلک عمدہ اختیار کیا ہے قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ (تو ایمان والوں سے کہدے کہ وہ اپنی نگاہونکو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخونکی حفاظت کریں یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہو گا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور اسمیں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ ثابت شدہ بات ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالے روکتا ہے آخر کار انسان کو اُن سے رُکنا ہی پڑتا ہے (تعدد ازدواجی اور طلاق کی مسئلہ پر غور کرو) ہرچہ دانا کند کند ناداں + لیک بعد از خرابیِ بسیار + ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوستان پر ہے کہ اس نے انکو تہذیب سکھائی اور اسکی تعلیم ایسی ہے جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے خر بستہ بہ گرچہ دزد آشناست یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے کہ اگرچہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب انکو ذرا سی تحریک ہوئی تو جھٹ پٹ حد اعتدال سے اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیا جاوے۔ ذرا اپنے دلوں میں غور کرو کہ کیا تمھارے راجہ رامچندر اور کرشن وغیرہ

Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 22395
4.11.85

کی طرح پاک ہو گئے ہیں پھر جب وہ پاک دلی تمکو نصیب نہیں ہوئی تو بے پردگی کو رواج دیکر کیوں بکریوں کو شیروں کے آگے کیوں رکھتے ہو ہٹ اور ضد اور تعصب اور چڑ وغیرہ سے تم لوگ دیدۂ و دانستہ اسلام کے ان پاکیزہ اصول کی مخالفت کیوں کرتے ہو جن سے تمھاری عفت برقرار رہتی ہے عقل تو اسیات کا نام ہے کہ انسان کو نیک بات جہاں سے ملے وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیا خواہ کہیں ہوں آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہوں گے۔ اسلیے تم کو لازم ہے کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک نہ کرو ورنہ یاد رکھو کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر اس کا ضرر ہے تو تمکو ہی ہے۔ ہاں اگر تم لوگو نکو یہ اطمینان ہے کہ سب کے سب بھگت بنگئے ہو اور نفسانی جذبات پر تمکو پوری قدرت حاصل ہے اور قویٰ پر میشر کی رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے تو پھر ہم تمکو منع نہیں کرتے بیشک بے پردگی کو رواج دو لیکن جہانتک میرا خیال ہے ابھی تک تمکو وہ حالت نصیب نہیں اور تم میں سے جس قدر لوگ لیڈر بنکر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں انکی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں کیونکہ ان کی صرف باتیں ہی ہیں عمل وغیرہ کچھ نہیں +

اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتدا میں اسکی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدی ہی کیطرف جھکا رہتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کوئی دنکا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر پس انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے اور اسکی اصلاح کی حالتوں کے لحاظ سے اس کے چار نام مقرر کیے گئے ہیں۔ اول اول نفس سادہ کی ہوتا ہے کہ جسکو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلگی تک رہتی ہے۔ پھر نفس امارہ ہوتا ہے کہ بدی ہی کی طرف ہی مائل رہتا ہے اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کرتا ہے اور اسکی بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری کرتا ہے کوئی گالی دے یا ذرا خلاف مرضی کام ہو تو اسے مارنے کو طیار ہو جاتا ہے اگر شہوت کیطرف غلبہ ہو تو گناہوں اور فسق فجور کا سیلاب بہ نکلتا ہے دوسرا نفس لوامہ ہے کہ اسمیں بدیاں بالکل دور تو نہیں ہوتیں مگر ہاں ایک پچھتاوا اور حسرت اور افسوس مرتکب اپنے دل میں محسوس کرتا ہے اور جب بدی ہو جاوے تو اس کے دل میں نیکی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور تدبیر کرتا ہے کہ کسطرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے کہ زندگی پاک ہو جاوے اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے پوتر ہو جاتا ہے تو اس کا نام مطمئنہ ہو جاتا ہے اور اسحالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے جسمیں سرکشیوں میں پڑ کر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے نفس امارہ کیحالت

جب تو اس کے پاؤں میں نہ زنجیریں ہی زنجیریں ہوتی ہیں اور لوامہ میں کچھ زنجیریں پاؤں میں ہوتی ہیں اور کچھ اتر جاتی ہیں مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی سب کی سب اُتر جاتی ہیں اور وہی زمانہ انسان کا خدا کیطرف پکے رجوع کا ہوتا ہے اور وہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہوویں اور جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا کہ جنت میں جائیگا یا دوزخ میں پس جبکہ انسان بلا حصول نفس مطمئنہ کے نہ پوری پاکیزگی حاصل کر سکتا ہے اور نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے تو اب خواہ آریہ ہوں یا عیسائی کونسی عقلمندی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ نفس حاصل ہو وہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھا چھوڑ دیں کیا انکو امید ہے کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کر لیں گے یہ ہے سر اسلامی پردہ کا اور میں نے خصوصیت سے اُن مسلمانوں کیلئے بیان کیا ہے جنکو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں اور مجھے اُمید ہے کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہوں گے کیونکہ انکو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات سے چڑ ہے +

اور میں نے بہت سی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ سے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے کہ میں وہ مسیح ہوں جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے اور جو لوگ اُسے نہیں مانتے قرآن شریف کی رو سے اُن کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا اور جو اسکی معصیت کرتا ہے گویا میری معصیت کرتا ہے +

لوگ مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں اور غلطیوں میں ڈالتے ہیں کہ ہم نے کوئی نیا کلمہ یا نئی نماز تجویز کی ہے ایسے افتراؤں کا میں کیا جواب دوں اسی قسم کے افتراؤں سے وہ ایک عاجز انسان مسیح کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمان ہیں اور اُمت محمدی میں ہیں اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔ کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بد ذاتی ہے اور ہمارا دعویٰ قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے اتباع نبوی سے الگ ہو کر ہم نے کوئی کلمہ یا نماز یا حج یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس دین کی خدمت کریں اور اسکو کل مذاہب پر غالب کر کے دکھا دیں قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔ اور دوسری یہ بات یاد رکھو کہ مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ لوگ مجھے مانیں بلکہ مجھے تو ان جماعتوں سے ہمیشہ سے نفرت ہے اور اگر میں ملتا ہوں یا ان لوگوں میں بیٹھتا ہوں تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ مجھے مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ایسا کر ایسی حالت میں ہلاؤ

حضرت مرزا صاحب کی محبت و محمودیت پر ایمان اور اتباع عملی ضرورت +

اگر میں اسکی بات نہ مانوں تو کیا کرے میں تو اسی وحی کے نیچے کام کرتا ہوں ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پختہ طور سے مانو۔ آپکو ماننا یہ ہے کہ آپ کے وصایا پر عملدرآمد کیا جاوے اور انھیں میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آوے تو تم سب اسکے ساتھ ہو جانا۔ میرے ماننے کی مثال یہ ہے جیسے ایک آقا اپنے نوکر کو کہے کہ فلاں شخص میرا میزبان ہے تم اسے لاکر کھانا کھلاؤ اور ہر طرح کی تعظیم اور تکریم کرو لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہوں مجھے کسی دوسرے کی تعظیم و تکریم سے غرض نہیں ہے اور نہ اسکی خواہش ہے تو اب سوچکر دیکھو کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا؟ ہرگز نہیں مانا کیونکہ جس بات میں وہ راضی ہوتا ہے اسکو کرنے سے تو اُسے انکار ہے پس یاد رکھو کہ تم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اسی وقت مانوگے جبکہ آپ کے احکام اور وصایا کو مانوگے جس نے آخری حکم کو توڑا اُس نے سارے حکموں کو توڑا۔ سوچو تو سہی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز روزہ ادا کرے لیکن آخری وقت بجائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے رام رام کہے تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آوے گا؟ +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک فرمادیا کہ اس اُمت کی دو دیوار یں ہیں ایک میں اور ایک مسیح اور اس کے درمیان آپ نے فیج اعوج فرمایا ہے جنکی نسبت ارشاد ہے کہ نہ وہ مجھسے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں پس جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک ٹیڑھا گروہ قرار دیتے ہیں تو ہم انکی باتوں کو کیوں قبول کرلیں +

فرمایا کہ شکوک کے رفع کے لیے اگر کوئی راستی اور سچی نیت سے آوے تو ہم اُسے سمجھا سکتے ہیں اور اب تو زمانہ ایسا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود ہی معلم کیطرح سمجھا رہا ہے۔ یہ اُسکی عادت میں داخل ہے کہ جب دنیا پر گناہ اور بے ایمانی بڑھ جاوے اور بے سود کی اخلاق اور بد دی عادات ترقی پکڑ جاویں تو ایک شخصکو اصلاح کیلیے مامور کرے۔ اسلام اسوقت دو آفتوں کے ماتحت ہے ایک اندرونی دوسری بیرونی اندرونی خود عالموں کا اختلاف ہے اور مسلمانوں کا دنیا کیطرف میلان۔ اور بیرونی وہ آفت جو عیسائیت کیوجہ سے ہے پس کیا ابھی تمھارے نزدیک مہدی اور مسیح کیضرورت نہ تھی۔ پھر ایک اعتراض یہ پیش کرتے ہو کہ اس اُمت میں تیس دجال آنیوالے ہیں۔ اے بدقسمتو! کیا تمھارے لیے دجال ہی رہ گئے ہیں کہ ایک کے آنے سے اگر ایمان کے تباہ ہونے میں کوئی کسر رہ جاوے تو پھر دوسرا تیسرا اور چوتھا حتی کہ تیس دجال آویں تاکہ ایمان کا نام و نشان نہ رہے اسطرح تو موسیٰ کی اُمت ہی اچھی رہی کہ جس میں پے در پے چار سو نبی آیا پھر موسیٰ علیہ السلام کیوقت تو عورتوں سے بھی خدا نے کلام کیا۔ کیا اُمت محمدیہ کے مرد بھی اس قابل نہ ہوے کہ خدا ان سے ہمکلام ہوتا۔ پھر یہ بتلاؤ کہ یہ اُمت مرحومہ کسطرح ہوئی اس کا نام تو اُمت بدنصیب ہونا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو تیرہ برس گذر گئے اور جسقدر فیوض اور برکات تھے وہ سب سماع کے حکم میں آگئے اب اگر انکو خدا
تازہ کرکے نہ دکھلائے تو صرف قصہ کہانی کے رنگ میں انکو کون مان سکتا ہے جبکہ تازہ طور پر خدا
کی مدد نہیں نصرت نہیں تو خدا کی حفاظت کیا ہوئی حالانکہ اُس کا وعدہ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ١٤ +

فرمایا کہ کسوف خسوف کا علاج بھی کچھ سوچا ہے اسوقت بحث تو نشانوں کی ہے نہ کہ علاج
کی - ہاں جو کامل طور پر مجھے قبول کرتا ہے وہ ضرور محفوظ رہے گا لیکن مجھے اس کا علم نہیں کہ وہ کون ہے
میں کسی کے سینہ کو چیر کر نہیں دیکھتا صحابہ کرام کو بھی ایک گروہ طاعون سے شہید ہوا تھا مگر دیکھلو
کہ ابوبکر اور عمر رضی عنہما طاعون سے ہر گز فوت نہیں ہوئے - خدا تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں میں ٢٢
امتیاز رکھا ہے جیسے کہ فرمایا ہے مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ
ضروری بات یہ ہے کہ تم لوگ ان باتوں کیطرف متوجہ نہ ہو اور تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرو - تمھارا
معاملہ اور حساب خدا سے الگ ہے اور مخالف لوگوں کا حساب الگ ہے جنھوں نے قسم کھائی ہے
کہ کیسی ہی سچی بات کیوں نہ ہو مگر وہ قبول نہ کرینگے اللہ تعالےٰ بھی انکی نسبت یہی فرماتا ہے کہ یہ لوگ
قیامت کو ہی قبول کرینگے انکی بناوٹ ایسی قسم کی ہے کہ عمدہ شے یا بات جو پیش کیجاوے وہ انکو نفرت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اگر بدبودار بات ہو تو خوش ہوتے ہیں - قرآن شریف احادیث اور عقلی
دلائل اور نشان پیش کیے مگر یہ لوگ ان کی پروا نہیں کرتے صرف ایکبات کو نشانہ بناتے ہیں بس
جبکہ خدا نے نہ چاہا کہ ایک مذہب ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں مگر جن لوگوں کو خدا نے فہم سلیم عطا کیا ہے انکو
چاہیے کہ وہ شکر کریں کیونکہ فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جنکو خدا نے خود پاک کیا +

ابھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ چھپے ہوئے ہیں ظاہراً وہ ہم سے الگ ہیں لیکن دراصل ہم
میں سے ہیں ہمیں خود اُن کا علم نہیں لیکن اُمید ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ آجاوینگے خود ایک شخص
نے لاہور میں ملاقات کی اور کہا کہ میں آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا معاف کرو اب میرے شکوک رفع
ہوگئے ہیں اور ہزاروں خطوط اس قسم کے آتے ہیں کہ اول میں ابوجہل تھا اب توبہ کرتا ہوں -
بعضوں نے بذریعہ خواب کے مانا اور اکثر کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف یا خواب میں
کہا کہ تم قبول کرلو جو لوگ بغض کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ خدا کی تیز دھار کو روک لیویں مگر وہ کسی کے
روکنے سے رُک نہیں سکتی - اگر انسانی کاروبار ہوتا تو آجتک کب کا تباہ ہو جاتا مجھے دعویٰ کیے ہوئے
چوبیس برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا کیا ایک مفتری کو اس قدر مہلت مل سکتی ہے اگر کسیکو عقل و فہم ہو
اور موت کا ڈر ہو تو وہ میرا ہی کے وقت کو دیکھے کہ جو پیشگوئیاں اسمیں ہیں وہ کیسی پوری ہو کر رہیں
لیکن بات یہ ہے کہ جبتک اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اور وہ دل کے تالے نہ کھولے تو کسطرح سمجھ میں آوے

اپنی جماعت کو خطاب

کوئی بتاوے تو سہی کہ جب سے دنیا ہوئی ہے کسی مفتری نے اس قسم کی پیشگوئی بھی کی ہے۔ خدا سے خوف کرنے والے کے لیے تو ایک ہی نشان کافی ہو سکتا ہے لیکن ان لوگوں نے اسقدر کثیر نشانوں سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ غرض مدعا یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو ہدایت قبول کرتے ہیں نہ کہ منکروں کے لیے۔ جن کے واسطے اللہ کا قانون ہے تم خدا سے پناہ مانگو کہ اُن کے لیے جو قانون ہے اسمیں تمکو داخل نہ کرے ہمیشہ نیکدل خدا کی رحمت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں یہ نہ خیال کرو کہ یہ لوگ مذہب میں پکے ہیں بڑے بزدل ہوتے ہیں قہر الٰہی کا ذرا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن یاد رکھیں کہ یہ ایسا زمانہ ہے جس کیلیے سب نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں اور جیسے مختلف نہریں ملکر ایک دریا بنکر نکلتی ہیں اسی طرح ان پیشگوئیوں کا سیلاب بہ نکلیگا۔ اور آدم۔ موسیٰ۔ ابراہیم وغیرہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا وہ سب پورا ہو کر رہے گا۔ بعض رحمت کے نشان بھی ہوں گے مگر اُن سے انھیں کو حصہ ملیگا جو عاجز فروتن اور خائف اور تائب ہوں گے اور جو منکر ہیں وہ قہری نشان سے حصہ لیں گے اگرچہ یہ لوگ اس وقت انکار کو نہیں چھوڑتے اور صرف ماباپ یا جاہل لوگوں سے سُن سُنا کر غلط عقائد پر اڑے ہوئے ہیں لیکن خدا تعالیٰ زبردستی سب کچھ چھڑا دے گا زبردست سے لڑنا نادانی ہے اگر یہ کاروبار انسان کیطرفسے ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ ہمپر افترا کرتا تو ہم اسکی شاہ رگ کاٹ دیتے پھر یہ کیا وجہ ہے کہ اگر میں خدا پر افترا کرتا ہوں اور تھوڑی مدت نہیں بلکہ تیس سال کے قریب ہو چلا کہ ہمیشہ اسکی طرف سے وحی لوگو نکو سُناتا ہوں اور وہ جانتا بھی ہے کہ میں جھوٹا ہوں لیکن میری تائید کرتا ہے اور ہلاک نہیں کرتا ہے وہ کیسا خدا ہے کہ ایک جھوٹے سے اتفاق کر بیٹھا ہے اور ہزاروں نشان اسکی تائید میں دکھاتا ہے۔ نئی سواری بھی اس کے لیے نکالی۔ کسوف وخسوف بھی اُس کے لیے ماہ رمضان میں کیا۔ طاعون بھی بھیجی۔ گویا خدا نے جہان کو دھوکا دیا اور جو کام دجال کو کرنا تھا وہ خود آپ کیا تاکہ مخلوق تباہ ہو۔ ذرا سوچو کیا خدا کے لیے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ایک کذاب مفتری اور دجال کی وہ اسقدر مدد کرے اور مولوی لوگ جو خود کو اس کا مقرب جانتے ہیں اُنکی دعا ہرگز قبول نہ ہوئی جو لڑائی یہ لوگ لڑتے ہیں وہ مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے ہے میں تو کچھ شے نہیں ہوں خدا سے لڑائی والا کبھی بابرکت نہیں ہو سکتا۔ میں تو اس بات کو کہتے ہوئے ڈرتا ہوں اور مجھپر لرزہ پڑتا ہے کہ افترا ہو اور خدا تعالیٰ چُپ کرکے بیٹھا رہے اگر ان کے نزدیک یہ افترا ہے تو چاہیے کہ دعا کریں کہ خدا نیست کر دے یا دعا کرکے حضرت مسیح کو آسمان سے اُتار یں عیسائی محققین نے بھی آخر کار مسیح کے آسمان سے آنے سے تنگ آکر اور میعاد گذر گئی دیکھکر فیصلہ کر دیا ہے کہ کلیسیا مسیح کو مسیح مان لو یہی مسیح کا نزول ہے اُنکو بھی آخر کار نزول کو استعارہ کے رنگ میں ہی لینا پڑا۔ اور احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ تمام خلفا اس اُمت میں سے ہونگے قرآن شریف

بھی یہی لکھ رہا ہے اور سب جگہ مِنکُمْ کا لفظ موجود ہے مگر نہ معلوم کہ اُن لوگوں نے من بنی اسرائیل کہاں سے بنا لیا کیا یہ تھوڑا نشان ہے کہ نہ کوئی واعظ ہے نہ لیکچرار اور ہماری ترقی برابر ہو رہی ہے بھلا انکو اگر طاقت ہے تو روکدیں اللہ تعالے خود لوگوں کو ادھر رجوع دلا رہا ہے مصر سے بھی بیعت کی درخواست آئی یورپ میں تحریک ہے امریکہ میں بھی تحریک ہے۔

میں پھر جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تم لوگ انکی مخالفتوں سے غرض نہ رکھو تقویٰ طہارت میں ترقی کرو تو اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہوگا اور اُن لوگوں سے وہ خود سمجھ لیوے گا وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۱۴؍۲۲ اور خوب یاد رکھو کہ اگر تقوےٰ اختیار نہ کرو گے اور اُس نیکی سے جسے خدا چاہتا ہے کثیر حصہ نہ لوگے تو اللہ تعالیٰ سب سے اول تمکو ہی ہلاک کرے گا کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے اور پھر عملی طور سے اسکے منکر ہوتے ہو اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرو اور مغرور مت ہو کہ بیعت کر لی جبتک پورا تقویٰ نہ اختیار کرو گے ہرگز نہ بچو گے خدا کا کسی سے رشتہ نہیں نہ اسکو کسی کی رعایت منظور ہے جو ہمارے مخالف ہیں وہ بھی اسی کی پیدایش ہیں اور تم بھی اسی کی مخلوق ہو۔ صرف اعتقادی بات ہرگز کام نہ آوے گی جب تک تمہارا قول اور فعل ایک نہ ہو۔ ان لوگوں کی حالتوں پر غور کرو کہ جب توفی کا لفظ مسیح کے لیے آوے تو اس کے معنی آسمان پر جانے کے کرتے ہیں اور جب وہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہو تو اسکے معنی وفات پانے کے کرتے ہیں پس خدا چاہتا ہے کہ عملی راستی دکھاؤ تاکہ وہ تمہارے ساتھ ہو۔ رحم۔ اخلاق۔ احسان۔ اعمال حسنہ۔ ہمدردی اور فروتنی میں اگر کمی رکھو گے تو مجھے معلوم ہے اور بار بار میں بتلا چکا ہوں کہ سب سے اول ایسی ہی جماعت ہلاک ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت جب اُسکی امت نے خدا کے حکموں کی قدر نہ کی تو باوجودیکہ موسیٰ اُن میں موجود تھا مگر پھر بھی بجلی سے ہلاک کیے گئے۔ پس اگر تم بھی ایسے کرو گے تو میری موجودگی کچھ کام نہ آوے گی +

اب ہم ان لوگوں کو کہاں تک سمجھائیں بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کے لیے کافی اتمام حجت ہو چکا ہے۔ حضرت یوسف پر توفی کا لفظ استعمال کریں تو اس کے معنے موت کے ہوں یا حضرت موسیٰ کے لیے وہی لفظ آوے تو معنی موت کے ہوں لیکن جب مسیح پر بولا جاوے تو اُس کے معنے آسمان پر جانا کرتے ہیں یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیوینگے کیا یہی انکی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور یہ کیسی دلیری اور شوخی ہے آنحضرتؐ کا وجود مبارک جسکی دنیا کو ضرورت تھی وہ تو تیرہ سو برس گذرے کہ خاک میں دفن ہیں اور آپ تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں فوت ہو جاویں اور مسیح اب تک آسمان پر۔ کوئی بتلاوے کہ وہاں کیا کر رہا ہے اُس کا وعدہ تھا کہ میں بنی اسرائیل کیطرف آیا ہوں اور کتنی قومیں بنی اسرائیل کی باقی تھیں کہ آسمان پر جا بیٹھا اور وعدہ بھی پورا نہ کیا اور پھر عقل و نقل اور کتاب اللہ

کے برخلاف ہے یہ سب دلائل ہیں جو کہ ایک مؤمن کے لیے کافی ہیں اور بجز اسکے کہ عیسیٰ کو فوت شدہ مانا جاوے اور کوئی ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو محفوظ رکھنے کا نہیں ہے۔ میں تو اُس شخص سے بہت خوش ہوں کہ جس نے کتاب حیات النبی لکھی ہے اور اُس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پیغمبر کو زندہ کہے وہ کافر ہے کیونکہ آخر محبت کی کچھ بھی تو علامت چاہیے۔ بعض نئے نئے لوگوں نے جو عیسائیوں میں سے اسلام میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی ہو گی کہ عیسیٰ اب تک زندہ ہے تب ہی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہرگز یہ باور نہ کیا کہ آپ فوت ہو گئے بلکہ ایسا کہنے والے کو قتل کرنیکے لیے آمادہ ہوئے آخر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر اُس مسئلہ کو حل کیا کہ سب نبی فوت ہو گئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہوئے تب اُنکو یقین آیا ✦

اب عیسائیت کا اثر غالب آگیا ہے اور جو محبت مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہیے تھی وہ نہیں رہی۔ ہزاروں رسالے اور اخبار نکالتے ہیں لیکن کسی نے آجتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا رسالہ نہ نکالا۔ پس اب خدا چاہتا ہے کہ آپ کی عزت کو دنیا میں قائم کرے کئی کروڑ کتب اسلام کے رد میں لکھی گئیں کیا اب بھی خدا کو لازم نہ تھا کہ کوئی ذریعہ قائم کرکے آپکی عزت کو ظاہر کرے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی مانتے ہیں اور سب سے اشرف جانتے ہیں اور ہرگز گوارا نہیں کرتے کہ کوئی عمدہ بات کسی اور کیطرف منسوب کیجاوے۔ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معجزہ طلب کیا کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاویں تو آپ نے فرمایا سُبْحَانَ رَبِّي اور انکار کر دیا اور دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا آسمان پر لیجاوے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم قرآن سے کیا بلکہ کل کتابوں سے دکھا سکتے ہیں کہ جس قدر اخلاق اور خوبیاں کل انبیا میں تھیں وہ سب کی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا اسی کیطرف اشارہ ہے۔ پس اگر آسمان پر جانا کوئی فضیلت ہو سکتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کب باہر رہ سکتے تھے آخر یہ لوگ پچھتاوینگے کہ ان باتوں کو ہم نے کیوں نہ مانا یہ لوگ ایک وار تو آنحضرتؐ کی ذات پر کرتے ہیں کہ ایک معجزہ آسمان پر جانے کا لوگوں نے مانگا مگر خدا نے آپ کی پروا نہ کی اور عیسیٰؑ کو یہ عزت دی کہ اُسے آسمان پر اُٹھا لیا۔ اور دوسرا حملہ خدا پر کرتے ہیں کہ اس نے اپنی قوت خلق سے مسیح کو بھی کچھ دیدی جس سے تشابہ الخلق ہو گیا۔ جواب دیتے ہیں کہ خدا نے خود مسیح کو یہ قدرت دی تھی۔ اے نادانو اگر خدائی کو تقسیم ہونا تھا تو کیا اس کے حصہ گیر عیسیٰ ہی رہ گئے تھے آنحضرت کو کیوں حصہ نہ ملا ✦

حضرت حجۃ اللہ کی دوسری تقریر

سب صاحب یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کیے ہیں کہ وہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں منجملہ ان دنوں کے ایک جمعہ کا دن ہے یہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جمعہ ہی کو پیدا کیا اور اسی دن انکی توبہ منظور ہوئی تھی اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں ایسا ہی اسلام میں دو عید ہیں ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے اور انہیں بھی عجیب عجیب برکات رکھی گئی ہیں لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں لیکن ایک دن ان سب سے بھی بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں اور نہ اس کی تلاش ورنہ اگر اسکی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وہ اسکی پروا کرتے تو حقیقت میں وہ دن ان کے لیے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا! اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے +

وہ دن کونسا دن ہے ؟ جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے ؟ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو ان سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھکر ہے۔ کیوں ؟ اسلیے کہ اسدن وہ بد اعمالنامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضب الٰہی کے نیچے اسکو لا رہا تھا دھویا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھکر انسان کے لیے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہوگا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالیٰ سے دور اور اُسکے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے اسکے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت بھی شرط ہے ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری ہے ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بدکرتوتوں سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہد صلح باندھے اور اُس کے احکام کے لیے اپنا سر خم کردے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بدعملوں کی پاداش میں طیار ہو رہا تھا بچایا جاوے گا اور اس طرح

وہ وہ چیز پالیتا ہے جسکی گویا اسے توقع اور اُمید ہی نہ تھی +

تم خود قیاس کر سکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہو گیا ہے اور اس نا اُمیدی اور یاس کیحالت میں وہ اپنے مقصود کو پالے تو اُسکو کسقدر خوشی حاصل ہوگی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے احادیث اور کتب سابقہ سے یہی پتا لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکلکر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہوا اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اُسکے قریب ہو عذاب الٰہی اُسکے کھاجانے کے لیے طیار ہو کہ وہ یکایک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو اس بعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کرکے خدا تعالیٰ کیطرف آجاوے وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ اُس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اُس کے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری بھی ظاہر ہوئی ہے پھر بھی وہ توبہ کرکے اس میں داخل ہو +

پس یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے اور سب ایام سے افضل ہے کیونکہ وہ اُسدن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ دن جس میں تم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے کہ میں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آیندہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا یوم توبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی وعید کے موافق میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جسنے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخشے گئے اور وہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ کے نیچے آگیا ہے گویا کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو بلکہ عمل کے نیچے آجائے یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے کہ پچھلے گناہ بخشے جاویں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے +

دیکھو انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اُسکا کینہ پشتوں تک چلا جاتا ہے وہ شخص نسلاً بعد نسلٍ تلاش حریف میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو بدلا لیا جاوے لیکن اللہ تعالےٰ بہت ہی رحیم کریم ہے انسان کیطرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا اور تباہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ رحیم کریم خدا ستر برس کے گناہوں کو ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخشدیتا ہے یہ مت خیال کرو کہ وہ بخشنا ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ نہیں وہ بخشنا حقیقت میں فائدہ رساں اور نفع بخش ہے اور اسکو وہ لوگ خوب محسوس کرسکتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو +

بہت سے لوگ اس امر سے غافل ہیں کہ انسان پر جو بلائیں آجاتی ہیں وہ بے وجہ یونہی آجاتی ہیں۔ اُن کے نزول کو انسان کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے ایسا خیال بالکل غلط ہے یہ خوب یاد رکھو کہ ہر بلا جو اس زندگی میں آتی ہے یا جو مرنے کے بعد آئیگی جس کا ہمیں یقین ہے اسکی اصل جڑھ گناہ ہی ہے کیونکہ گناہ کی حالت میں انسان اپنے آپ کو ان انوار اور فیوض سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں پرے ہٹا دیتا ہے اور اس اصل مرکز سے جو حقیقی راحت کا مرکز ہے ہٹ جاتا ہے اس لیے تکلیف کا آنا اس حالت میں اس پر ضروری ہے +

یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیا اور راستبازوں پر بھی بعض اوقات بلائیں آجاتی ہیں اور وہ بھی مصائب اور شدائد میں ڈالے جاتے ہیں لیکن یہ گمان کرنا کہ وہ مصائب اور بلائیں کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہیں خطرناک غلطی اور گناہ ہے اُن بلاؤں میں جو خدا کے راستبازوں اور پیارے بندوں پر آتی ہیں اور اُن بلاؤں میں جو خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور خطاکاروں پر آتی ہیں زمین و آسمان کا فرق ہے اس لیے کہ ان کے اسباب بھی مختلف ہیں +

نبیوں اور راستبازوں پر جو بلائیں آتی ہیں انہیں انکو ایک صبر جمیل دیا جاتا ہے جس سے وہ بلا اور مصیبت اُن کے لیے مدرک الحلاوت ہو جاتی ہے وہ اس سے لذت اُٹھاتے ہیں اور روحانی ترقیوں کے لیے ایک ذریعہ ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کے درجات کی ترقی کے لیے ایسی بلاؤں کا آنا ضروری ہے جو ترقیات کے لیے زینہ کا کام دیتی ہیں جو شخص ان بلاؤں میں نہیں پڑتا اور ان مصیبتوں کو نہیں اُٹھاتا وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا +

دنیا کے عام نظام میں بھی تکالیف اور مشقتوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں سے ہر ایسے شخص کو جو ترقی کا خواہاں ہے گذرنا پڑتا ہے لیکن ان تکالیف اور شاقہ محنتوں میں باوجود تکالیف کے ایک لذت ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں آگے لے جاتی ہے برخلاف اس کے وہ مصیبت اور تکالیف جو انسان کی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اسپر آتی ہے وہ وہ مصیبت آتی ہے جس میں ایک درد اور سوزش ہوتی ہے جو اس کی زندگی اسکے لیے وبال جان کر دیتی ہے وہ موت کو ترجیح دیتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہ سلسلہ مر کر بھی ختم نہیں ہوگا۔ غرض بلاؤں کے نزول میں ہمیشہ سے قانون قدرت یہی ہے کہ جو بلائیں شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں وہ الگ ہیں اور خدا کے راستبازوں اور پیغمبروں پر جو بلائیں آتی ہیں وہ اُن کی ترقی درجات کے لیے ہوتی ہیں +

بعض جاہل جو اس راز کو نہیں سمجھتے وہ جب بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں تو بجائے اسکے کہ اس بلا سے فائدہ اُٹھائیں اور کم از کم آیندہ کے لیے مفید سبق حاصل کریں اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کریں کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہم پر مصیبت آئی تو کیا ہوا نبیوں اور پیغمبروں پر بھی تو آجاتی ہیں حالانکہ ان

بلاؤں کو انبیاء کے مشکلات اور مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں جہالت بھی کیسا برا مرض ہے کہ انسان اس میں قیاس مع الفارق کر بیٹھتا ہے یہ بڑا دھوکا واقعہ ہوتا ہے جو انسان تمام انبیا کی مشکلات کو عام لوگوں کی بلاؤں پر حمل کر لیتا ہے + پس خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ انبیا اور دوسرے اخیار و ابرار کی بلائیں محبت کی راہ سے ہیں خدا تعالیٰ انکو ترقی دینا چاہتا ہے اور یہ بلائیں وسائل ترقی میں سے ہیں لیکن جب مفسدوں پر آتی ہیں تو اللہ تعالےٰ انکو اس عذاب سے تباہ کرنا چاہتا ہے وہ بلائیں ان کے استیصال اور نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں یہ ایسا فرق ہے کہ دلائل کا محتاج نہیں ہے کیونکہ جب اچھے آدمی جو خدا تعالیٰ کو مقدم کر لیتے ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کیوں کرتے ہیں بہشت اور دوزخ ان کے دل میں نہیں ہوتا اور نہ بہشت کی خواہش یا دوزخ کا خوف انکو خدا تعالےٰ کی اطاعت کا محرک ہوتا ہے بلکہ وہ طبعی جوش اور طبعی محبت سے خدا تعالیٰ سے محبت کرتے اور اس کی اطاعت میں محو ہوتے ہیں اُنپر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ خود محسوس کر لیتے ہیں کہ یہ از راہ محبت ہے وہ دیکھتے ہیں کہ ان بلاؤں کے ذریعہ ایک چشمہ کھولا جاتا ہے جس سے وہ سیراب ہوتے ہیں اور ان کا دل لذت سے بھر جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی محبت ایک فوارہ کیطرح جوش مارنے لگ جاتی ہے تب وہ چاہتے ہیں کہ یہ بلا زیادہ ہو تاکہ قرب الٰہی زیادہ ہو اور رضا کے مدارج جلد طے ہوں +

غرض الفاظ وفا نہیں کرتے جو اس لذت کو بیان کر سکیں جو اخیار و ابرار کو ان بلاؤں کے ذریعہ آتی ہے یہ لذت تمام سفلی لذتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور فوق الفوق لذت ہوتی ہے یہ مصیبت کیا ہے ایک عظیم الشان دعوت ہے جس میں قسم قسم کے انعام و اکرام اور پھل اور میوے پیش کیے جاتے ہیں خدا اسوقت قریب ہوتا ہے فرشتے انسے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف عطا کیا جاتا ہے اور وحی اور الہام سے اسکی تسلی اور سکینت دیجاتی ہے لوگوں کی نظر میں یہ بلاؤں اور مصیبتوں کا وقت ہے مگر در اصل اسوقت اللہ تعالیٰ کے فیضان اور فیوض کی بارش کا وقت ہوتا ہے سفلی اور سطحی خیال کے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ بلاؤں اور غموں کا ہی وقت ہے جو مزہ آتا ہے اور راحت ملتی ہے کیونکہ خدا جو انسان کا اصل مقصود ہے اسوقت اپنے بندہ کی بہت ہی قریب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قرآن جو دیا گیا ہے غم کیحالت میں دیا گیا ہے پس تم بھی اسکو غم کیحالت میں پڑھو +

غرض میں کہاں تک بیان کروں کہ ان بلاؤں میں کیا لذت اور مزہ ہوتا ہے اور عاشق صادق کہاں تک ان سے محظوظ ہوتا ہے مختصر طور پر یاد رکھو کہ ان بلاؤں کا پھل اور نتیجہ جو ابرار و اخیار پر آتی ہیں جنت اور ترقی درجات ہیں اور وہ بلائیں اور غم جو مفسدوں اور شریروں پر آتے ہیں انکی وجہ سے

اعمال اور تاریک زندگی ہے اور اس کا نتیجہ جہنم اور عذاب الٰہی ہے پس جو شخص آگ کے پاس جاتا ہے ضرور ہے کہ وہ اس کی سوزش سے حصہ لے اور اسے محسوس کرے اور اسے دکھ پہونچے لیکن جو ایک باغ میں جاتا ہے یقینی امر ہے کہ اس کے پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے اور اس خوبصورت نظارہ کے مشاہدہ سے لذت پاوے +

اب واضح رہے کہ جس عالم میں وہ بلائیں جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور جس کا نتیجہ جہنمی زندگی اور عذاب الٰہی ہے ان بلاؤں سے جو ترقی درجات کے طور پر اخیار و ابرار کو آتی ہیں الگ ہیں کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے جو انسان اس عذاب سے نجات پاوے اس عذاب اور دکھ سے رہائی کی بجز اس کے کوئی تجویز اور علاج نہیں ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے جب تک سچی توبہ نہیں کرتا یہ بلائیں جو عذاب الٰہی کے رنگ میں آتی ہیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو نہیں بدلتا جو اس بارے میں اس نے مقرر فرما دیا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ یعنی جبتک کوئی قوم اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اللہ تعالیٰ بھی اس کی حالت نہیں بدلتا۔ خدا تعالیٰ ایک تبدیلی چاہتا ہے اور وہ پاکیزہ تبدیلی ہے جبتک وہ تبدیلی نہ ہو عذاب الٰہی سے رستگاری اور مخلصی نہیں ملتی یہ خدا تعالیٰ کا ایک قانون اور سنت ہے اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا یعنی سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی + پس جو شخص چاہتا ہے کہ آسمان میں اس کے لیے تبدیلی ہو یعنی وہ ان عذابوں اور دکھوں سے رہائی پاوے جو شامت اعمال نے اسکے لیے طیار کیے ہیں اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے جب وہ خود تبدیلی کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق جو اس نے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ میں کیا ہے اسکو عذاب اور دکھ کو بدلا دیتا ہے اور دکھ کو سکھ سے تبدیل کر دیتا ہے +

جب انسان کے اندر تبدیلی کرتا ہے تو اس کے لیے ضرور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بھی دکھاتا پھرے وہ رحیم کریم خدا جو دلوں کا مالک ہے اُسکی تبدیلی کو دیکھ لیتا ہے کہ یہ پہلا انسان نہیں ہے اس لیے وہ اُس پر فضل کرتا ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک شخص نماز روزہ اور دوسرے اذکار اشغال اس لیے کیا کرتا تھا تا کہ لوگ اُسے ولی سمجھیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اسے ریاکار سمجھتے تھے یہاں تک کہ بچے بھی جس راستہ سے وہ گذرتا تھا اُسکو ریاکار اور فریبی کہا کرتے تھے ایک مدت تک اسکی حالت ایسی ہی رہی آخر اس نے سوچا کہ اس طریق سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوا بلکہ حالت بدتر ہی ہوئی ہے اسلیے اسکو چھوڑ دینا چاہیے پس اس نے چھوڑ دیا اور ملامتی فرقہ کا سا طریق اختیار کر لیا۔ مسلمانوں میں ملامتی ایک فرقہ ہے جو اپنی نیکیوں کو چھپاتا ہے اور بدیوں کو ظاہر کرتا ہے

تاکہ لوگ انھیں برا کہیں۔ اسی طرح یہ وہ اپنی نیکیوں کو چھپانے لگا اور اندر ہی اندر اللہ تعالےٰ سے سچی محبت کرنے لگا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لکھا ہے کہ جس کوچہ سے گذرتا عام لوگ اور بچے بھی اسے کہتے کہ بڑا نیک ہے ولی ہے بزرگ ہے +

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا مشک اور عطر کیطرح ہے جو کسی طرح چھپ نہیں سکتا یہی تاثیریں ہیں سچی توبہ میں۔ جب انسان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر اُسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں خدا اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور وہ تقدیر جو شامت اعمال سے اُس کے لیے مقرر ہوتی ہے وہ دور کی جاتی ہے +

اس امر کے دلائل بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنی اس مختصر زندگی میں بلاؤں سے محفوظ رہنے کا کسقدر محتاج ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ان بلاؤں اور وباؤں سے محفوظ رہے جو شامت اعمال کی وجہ سے آتی ہیں اور یہ ساری باتیں سچی توبہ سے حاصل ہوتی ہیں پس توبہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس کا حافظ اور نگران ہو جاتا ہے اور ساری بلاؤں کو خدا تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور اُن منصوبوں سے جو دشمن اسکے لیے طیار کرتے ہیں اُن سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کا یہ فضل اور برکت کسی سے خاص نہیں بلکہ جس قدر بندے ہیں خدا تعالےٰ کے ہی ہیں اس لیے ہر ایک شخص جو اسکی طرف آتا ہے اور اُسکے احکام اور اوامر کی پیروی کرتا ہے وہ بھی ویسا ہی ہوگا جیسے پہلا شخص توبہ کر چکا ہے وہ ہر ایک سچی توبہ کرنے والے کو بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ پس یہ توبہ جو آج اس وقت کی گئی ہے یہ مبارک اور عید کا دن ہے اور یہ عید ایسی عید ہے جو کبھی میسر نہ آئی ہوگی ایسا نہ ہو کہ تھوڑی سی خیال سے ماتم کا دن بنا دو۔ عید کے دن اگر ماتم ہو تو کیسا غم ہوتا ہے کہ دوسرے خوش ہوں اور اس گھر ماتم ہو موت تو سبکو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن جس کے گھر عید کے دن موت ہو وہ کس قدر ناگوار ہوگی۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب انسان ایک نعمت کی قدر نہیں کرتا وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ دیکھو جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو اُنکو صندوقوں میں بڑی حفاظت سے رکھتے ہو اگر ایسا نہ کرو تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں اسیطرح اعمال کا جو ایمان کا مال ہے اُس کا چور شیطان ہے اگر اسکو بچا کر دل کے صندوقوں میں احتیاط سے نہ رکھو گے تو چور آئے گا اور لے جائے گا یہ چور بہت ہی خطرناک ہے دوسرے چور جو اندھیری راتوں میں آکر نقب لگاتے ہیں وہ اکثر پکڑے جاتے ہیں اور سزا پاتے ہیں لیکن یہ چور ایسا ہے کہ مرئی نہیں ہے اور ابھی پکڑا نہ جائے گا یہ اُسوقت آتا ہے جب گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے کیونکہ چور اور روشنی میں دشمنی ہے۔ جب انسان

اپنا مُنہ خدا کیطرف رکھتا ہے اور اسی کیطرف رجوع اور توجہ کرتا ہے تو وہ روشنی میں ہوتا ہے اور شیطان کو کوئی موقع اپنی دست بُرد کا نہیں ملتا۔ پس کوشش کرو کہ تمھارے ہاتھوں میں ہمیشہ روشنی رہے اگر غفلت بڑھ گئی تو یہ چور آئے گا اور سارا اندوختہ لے جائے گا اور برباد ہو جاؤگے اس لیے اس اندوختہ کو احتیاط اور اپنی راست بازی اور تقویٰ کے ہتھیاروں سے محفوظ رکھو یہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے کچھ حرج نہ ہو بلکہ اگر یہ اندوختہ جاتا رہا تو ہلاکت ہے اور ہمیشہ کی زندگی سے محروم ہو جاؤ گے +

تنبیہ اور نصیحت

یاد رکھو یہ طاعون کے دن ہیں معلوم نہیں کہ ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کیا ہو؟ جہانتک خدا نے مجھپر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ بہت خطرناک دن آنے والے ہیں اس لیے ہر ایک شخص جو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہے وہ اسی وقت سے طیاری کرے جبتک غضب الٰہی نازل نہیں ہوتا اور اس کے آثار نمودار نہیں ہوتے تو ہر شخص واجب الرحم ہوتا ہے لیکن جب آثار نمودار ہو جاویں پھر عذاب نہیں ٹلتا + بہت سے لوگ بیباک اور جرأت کرنیوالے ہوتے ہیں وہ شوخی سے کہدیتے ہیں کہ صدہا وبائیں بلائیں اور ہیضے وغیرہ آتے ہیں ایسا ہی طاعون بھی ہے۔ لیکن یہ انکی بدبختی اور شقاوت ہے جو ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ نہیں جانتے کہ یہ بُرے دنوں کی نشانی ہے جب بلائیں دنیا میں آتی ہیں اور دنیا کو تباہ کرتی ہیں تو شامتِ اعمال سے ہی آتی ہیں۔ ہمیشہ سے گناہ ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ان صورتوں میں ہی عذاب اور بلا آئی ہے اور ان گناہوں کے بدلے میں سزا دیگئی ہے۔ پھر یہ شوخی اچھی نہیں اس کا نتیجہ بہت ہی بُرا ہے یہ وقت تو ایسا ہے کہ خدا سے صلح کرو اور پاک تبدیلی کرو نہ یہ کہ شوخی اور شرارت سے پیش آؤ +

یاد رکھو یہ طاعون ایک خطرناک عذاب الٰہی ہے جو اس وقت نازل ہوا ہے اسکو حقیرت سمجھو اس کا انجام اچھا نہیں ہے خدا تعالیٰ کی کتابوں میں یہ ایک نشان مقرر کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نشانوں کو جو شخص حقارت سے دیکھتا ہے وہ نقصان اُٹھاتا ہے۔ میں کھولکر بیان کرتا ہوں کہ اس عذاب سے مخلصی کے لیے سچی توبہ اور پاک تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجز اس کے چارہ نہیں۔ پس اسی وقت سے اس کے لیے طیاری کرو۔ شوخیوں اور شرارتوں سے باز آجاؤ۔ میں یہ بات بھی بیان کرنی چاہتا ہوں کہ مسیح موعود کے زمانہ کے بہت سے نشانوں میں سے دو بڑے نشان ہیں جن میں سے ایک آسمان پر ظاہر ہوگا اور دوسرا زمین پر۔ آسمان کا نشان تو یہ تھا کہ اس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں پر سورج اور چاند کو گرہن ہوگا۔ چنانچہ کئی سال گذرے یہ نشان پورا ہو گیا اور نہ صرف اس ملک میں بلکہ دوسری مرتبہ امریکہ میں بھی پورا ہوا +

دوسرا نشان یہی طاعون کا نشان تھا جو زمینی ہے یہ نشان بدن پر لرزہ ڈالنیوالا نشان ہے

طاعون اور اسکی خطرناک شدت کی نسبت پیشگوئی

کئی سال سے یہ بلا اس ملک میں نازل ہو رہی ہے مگر میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک غفلت اور بدمستی اسی طرح ترقی پر ہے +

میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے آخر اس طاعون کی اسقدر شدت ہو جائے گی کہ دس میں سے سات مر جائیں گے اور بعض بستیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جائیں گی جہانتک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ ابھی بہت خطرناک دن آنے والے ہیں اسلئے میں ہر ایک کو جو سنتا ہے کہتا ہوں کہ دیکھو اس وقت ہر ایک نفس کو چاہیے کہ اپنے نفس اپنی بیوی بچوں اور دوستوں پر رحم کرے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر اپنا فضل کر دیتا ہے اور یہ عذاب ٹل سکتا ہے پس چاہیے کہ ہر شخص کوشش کرے اور سچی توبہ اور پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگے +

ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ میں سے بھی بعض آدمی طاعون سے مر گئے ہیں ایسے معترضین کو یاد رکھنا چاہیے کہ موت تو ہر نفس کے لیے مقرر ہے اور ایک نہ ایکدن سبکو مر جانا ہے۔ اور طاعون سے صحابہ میں سے بھی بعض شہید ہو گئے تھے غرض موت سے تو چارہ نہیں امیر و غریب ہندو و مسلمان زن و مرد سب مرتے ہیں لیکن کسی موت پر اتنا رحم نہیں آتا جیسا اس موت پر کہ گھر کا گھر تباہ ہو جائے اور قفل لگ جاوے اسلیے اول نسبت قائم کرو کہ کیسی موتیں کن لوگوں میں ہوئی ہیں +

اسکے سوا یہ بھی یاد رکھو کہ ہماری جماعت میں داخل ہونیوالوں کا صحیح علم کہ وہ ایمان میں کسقدر درجہ تک ہیں اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اب وہ دو لاکھ سے بھی زیادہ جماعت ہے ہمیں علم نہیں کہ کس حد تک کس کا ایمان ہے البتہ قیاسی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض کامل الایمان ہیں اور بعض اوسط درجہ کا ایمان رکھتے ہیں اور بعض ابھی ناقص درجہ پر ہیں +

ایمان کے تین درجے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ یعنی تین قسم کے مومن ہوتے ہیں ایک تو ظالم لنفسہ ہوتے ہیں انہیں گناہ کی آلائش موجود ہوتی ہے۔ بعض میانہ رو اور بعض سراسر نیک ہوتے ہیں اب ہمیں کیا معلوم ہے کہ کون کسدرجہ اور مقام پر ہے۔ ہر ایک شخص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ الگ معاملہ ہے جیسا کوئی اُس سے تعلق رکھتا ہے ویسا ہی وہ اُس سے معاملہ کرتا ہے جو لوگ کامل الایمان ہیں میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُسے امتیاز دیگا کیونکہ مومن اور کافر کے درمیان ایک فرقان رکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں مومن سے وہ مراد نہیں ہے کہ صرف زبان تک ہی اسکی قیل و قال محدود ہو اور صبح وہ ایمان کا کام کرے تو شام کو کفر کا کرے ایک لقمہ وہ تریاق کا کھاتا ہے اور دوسرا زہر کا بھی کھا لیتا ہے ایسے شخص کو وہ فرقان اور امتیاز جو مومن کیلیے مقرر کیا گیا ہے نہیں دیا جاتا۔ تم خود ہی سوچ لو کہ وہ مریض جو پرہیز نہیں کرتا ہے خواہ اُسکو کیسے ہی شفا بخش نسخے

دیے جاویں اور وہ کیسے ہی مجرب کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ پرہیز نہیں کرتا تو ہرگز وہ نسخے اسکو فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔ پس یہی حال بیعت کا ہے اگر کوئی شخص بیعت تو کرتا ہے لیکن شرائط بیعت کو پورا نہیں کرتا اور اپنے اندر پاک تبدیلی جو بیعت کا اصل مقصد ہے نہیں کرتا وہ اپنے لیے وبال جان ہوجاتا ہے۔ ہاں کامل الایمان اکسیر ہے اس کے ساتھ فرقان رکھا جاتا ہے اگر یہ امتیاز نہ ہوتا تو دنیا تباہ ہوجاتی اور خدا تعالیٰ پر ایمان مشکل ہوجاتا اس قسم کے نشانوں سے ہی خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اب میں پھر اس اعتراض کیطرف توجہ کرتا ہوں جو کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے مرے ہیں۔ اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ صحابہ میں سے جو بعض طاعون سے شہید ہوئے وہ اُن کے لیے عذاب نہ تھی بلکہ صحابہ کا گروہ جو طاعون سے مرا وہ موت اُن کیلیے موجب شہادت ہوئی دوسروں کے لیے وہی طاعون تباہی اور بربادی کا باعث ہوئی یہی فرق ہے اگر کسی مومن کو طاعون ہوجاوے وہ اس کے لیے شہادت ہے اور دوسروں کے لیے تباہی کا موجب باایں ہمہ جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے مومن اور غیر مومن میں ایک امر فارق ہوتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مومن کے ساتھ ایسے معاملات ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسکو ایک بیّن امتیاز عطا کرتا ہے اور اسکو تباہ کرنا نہیں چاہتا۔ اسکی وہی مثال ہے کہ انبیا علیہم السلام پر بھی مصیبت آتی ہے اور دوسروں پر بھی جو اُن کے مخالف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں اور دوسرے تباہ اور ذلیل ہوتے ہیں پس دہریوں کیطرح دھوکا مت کھاؤ + وہاں اور رنگ ہے اور یہاں اور رنگ ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی خوب غور سے سنو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لڑائیاں ہوئی تھیں اور وہ لڑائیاں عذاب کے رنگ میں تھیں کیونکہ کافر بار بار سوال کرتے تھے کہ آپ ہمیں قہری نشان اور معجزہ دکھاؤ کہ ہم پر پتھر برسیں ان کے بار بار کے سوالات پر انکو جواب دیا گیا کہ وہ نشان تلوار کے ذریعہ ظاہر ہوگا۔ اب صاف ثابت ہے کہ وہ عذاب کا فروں کیواسطے تھا مگر اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ان جنگوں میں (جو قہری نشان کی صورت میں ظاہر ہوئی تھیں) صحابہ بھی شہید ہوئے اب کیا کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ صحابہ جو شہید ہوئے تھے معاذ اللہ وہ تلوار ان کے لیے بھی عذاب تھی؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابہ کی شہادت تو قوم کی ترقی اور فتوحات کا باعث ہوئی۔ صحابہ کی قوم بڑھی اور بالمقابل مخالفوں کا نام و نشان مٹ گیا اور ستیاناس ہوگیا اب کوئی بتا سکتا ہے کہ ابوجہل کی اولاد کہاں ہے؟ اسکی بیخکنی ہوگئی یہی مثال سمجھنے کے لیے کافی ہے اسی طرح اسمیں شک نہیں کہ طاعون عذاب کیصورت میں نازل ہوا ہے اور اگر ہماری جماعت میں سے بعض آدمی طاعون سے فوت ہوئے ہیں تو اسپر شور مچانا یا اعتراض کرنا دانشمندی نہیں ہے بلکہ غور طلب یہ امر قرار دینا چاہیے کہ طاعون سے نقصان کس کا ہوا اور فائدہ کسکو پہنچا؟ میں

یقیناً کہتا ہوں کہ جب طاعون شروع ہوئی ہے اُسوقت میری جماعت کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر اس وقت دو لاکھ سے بھی یہ جماعت بڑھی ہوئی ہے اور یہ ترقی طاعون کے سبب سے بھی ہوئی ہے طاعون نے میری جماعت کو بڑھایا ہے اور مخالفوں کو گھٹایا ہے +

مجھے وعدہ دیا گیا تھا کہ طاعون تیری ترقی کا موجب ہوگی سو اس وعدہ کے موافق یہ جماعت بڑھ رہی ہے اور دو لاکھ تک بڑھی ہے مگر مخالفوں کا تو دوہرا نقصان ہوا ہے کچھ ان میں سے قبر و نمیں گئے ہیں اور کچھ ہمارے پاس آئے ہیں اگر ہمارا نقصان اس سے ہوتا تو یہ جماعت جو بہت ہی مختصر اور قلیل تھی بالکل تباہ ہو جاتی اور آج کوئی اسکو جاننے والا بھی نہ ہوتا ان واقعات کو مد نظر رکھکر معترض کو چاہیے کہ دیکھے کیا یہ اعتراض کوئی شے ہے۔ طاعون کی خبر آج سے نہیں تئیس برس سے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہوئی ہے اور اس لیے یہ معمولی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ یہ عظیم الشان قہری نشان ہے + غرض طاعون نے ہمیں نقصان نہیں پہونچایا بلکہ فائدہ ہی دیا ہے اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی ضرور کہتا ہوں کہ ایمان کے طبقات ہیں جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اس لیے ان طبقات کے لحاظ سے جو شخص کامل الایمان ہے وہ نافع الناس وجود ہے جو تبلیغ دین کرنے والا ہے وہ اللہ تعالی کے نزدیک قابل قدر ہے وہ طاعون سے ضرور بچایا جاوے گا۔ بعض آدمی جن کے ایمانی حالت کمزور ہوتی ہے اور وہ اس درجہ پر نہ پہونچے ہوے ہوں جہاں اللہ تعالے نے کبھی مومن کہا ہے اور ان کی ضرورت بھی کم ہو پھر ان میں سے اگر کوئی فوت ہو جاوے تو اسمیں کیا حرج ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ایمان کے درجات ہیں اور ہر درجہ پر برکت ملتی ہے لیکن ان میں باہم فرق ضرور ہوتا ہے۔ دیکھو اس وقت آفتاب کی روشنی ہے آنکھیں کھلی ہیں ہر ایک چیز دور و نزدیک کی صاف اور واضح نظر آتی ہے جب آفتاب کی سلطنت ختم ہو جاوے گی تو رات آوے گی اُسوقت عالم ہی اور ہوگا اگرچہ اُسوقت چاند ستاروں کی روشنی ہوگی مگر ان روشنیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ ایسا ہی ایمان کے مراتب میں فرق صریح ہے ایمان بھی ایک روشنی ہے جس جس درجہ پر ایمان پہنچتا ہے اسی مرتبہ کے موافق روشنی اور پھل پاتا ہے جو چاہتا ہے کہ عمر زیادہ ہو اور اس قہری نشان میں ایک امتیاز پیدا کرے اُسکو لازم ہے کہ وہ کامل الایمان ہو اور اپنے وجود کو قابل قدر بناوے اور اس کی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو نفع پہونچاوے اور دین کی خدمت کرے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ یہ خوب یاد رکھو کہ عمر کھانے پینے سے لمبی نہیں ہو سکتی بلکہ اسکی اصل راہ وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے بہت سے لوگ ہیں جو صرف کھانے پینے کو ہی زندگی کی غرض و غایت سمجھتے ہیں حالانکہ زندگی کی یہ غرض نہیں سعدی کہتا ہے **شعر** خوردن برای زیستن و ذکر کردن است + تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است +

جب انسان کا ایک اصول ہو جاوے کہ زیستن از بہر خوردن است اُسوقت اسکی نظر خدا تعالیٰ پر نہیں رہتی بلکہ وہ دنیا کے کاروبار اور تجارت ہی میں منہمک ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کیطرف توجہ اور رجوع کا خیال بھی نہیں رہتا اس وقت اسکی زندگی قابل قدر وجود نہیں ہوتی ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۱۹ پ ۴ یعنی میرا رب تمھاری کیا پروا رکھتا ہے اگر تم اسکی بندگی نہ کرو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ اس ملک میں ہیضہ کی خطرناک وبا پڑی تھی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے یہ نظارہ دکھایا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے اور اسمیں ایک بہت بڑی لمبی نالی ہے جسپر قصابوں نے بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور چھریاں انکی گردنوں پر رکھی ہوئی ہیں وہ آسمان کیطرف منہ کر کے دیکھ رہے ہیں گویا آسمانی حکم کا انتظار کرتے ہیں اور میں پاس ہی ٹہل رہا ہوں اتنے میں میں نے یہ آیت پڑھی قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ یہ آیت سنتے ہی انھوں نے چھریاں پھیر دیں اور وہ بھیڑیں تڑپنے لگیں انکو تڑپتے دیکھکر وہ قصاب بولے کہ تم کیا ہو؟ گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ غرض اسکے بعد ہیضہ کی وہ خطرناک وبا پڑی کہ الامان۔ پس جو انسان خدا تعالیٰ کیطرف توجہ نہیں کرتا اُسکا رتبہ اور قدر اس سے زیادہ نہیں ہے۔ بالآخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری نسبت جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اور میرا انکار کرتے ہیں اگر وہ دعائیں کرتے اور خدا تعالیٰ سے میری نسبت کشف حقائق چاہتے تو انکی آنکھیں کھل جاتیں مگر افسوس ہے کہ انھوں نے مخالفت میں حد سے زیادہ حصہ لیا اور میرے دعاوی پر نہ غور کی اور نہ میری کتابوں کو تعصب سے خالی ہو کر سنا وہ مجھے دجال اور مفتری تو کہتے ہیں مگر وہ اس امر پر غور نہیں کرتے کہ کیا دجال اور مفتری بھی اس قسم کی کامیابی حاصل کیا کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر یہ انسان کا اپنا سلسلہ ہوتا تو کبھی کا تباہ ہو جاتا کیونکہ اس کے تباہ کرنے میں ہر طرف سے مخالفانہ کوشش ہو رہی ہے اور جب خدا تعالیٰ کے بھی خلاف ہوتا تو وہ بھی اس کا دشمن تھا پھر کیا وجہ ہے کہ یہ بجائے تباہ ہونے کے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ خدا کیطرف سے ہے انسانی کاروبار نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرا یہ دعویٰ آج نہیں ہوا ہے بلکہ چوبیس سال سے میں دعویٰ کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے اور اُس نے مجھے مامور کیا ہے۔

انسانی گورنمنٹ میں اگر کوئی شخص جھوٹا ملازم سرکاری بنے تو وہ فوراً پکڑا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے تو یہ کیسا اندھیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی گورنمنٹ میں ایک شخص مامور ہونے کا مدعی ہے اور بجائے اس کے کہ وہ پکڑا جاتا اور تباہ کیا جاتا اسے ترقی مل رہی ہے کوئی بتاوے کیا جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ چھپی ہوئی موجود ہے اس شہر میں اسکے بہت سے نسخے ہوں گے اسکو پڑھو اور دیکھو کہ جو کچھ اس میں درج ہے کیا آج بہت سی باتیں انمیں سے پوری نہیں ہو چکیں؟

کشفی نظارہ

پیشگوئی ہیضہ

ملہمین کاذب کی ترقی نہیں ہوتی

اور کیا کوئی منصوبہ باز کر سکتا ہے کہ اسقدر عرصہ دراز پہلے جبکہ اپنی زندگی کا بھی اعتبار نہیں ہوتا ایکبات کہے اور پھر اتنے عرصہ کے بعد جسمیں ایک بچہ پیدا ہو کر بھی صاحب اولاد ہو سکتا ہے وہ پوری ہو جاوے۔ میں جانتا ہوں کہ اسی شہر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجھے جاننے والے کتنے تھے میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک گمنامی کی حالت میں تھا سال بھر میں بھی کبھی ایک خط نہ آتا تھا لیکن اس گمنامی کے زمانہ میں علیم و خبیر خدا نے مجھے خبر دی جو براہین احمدیہ میں موجود ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جبکہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے میں لوگوں کو کھینچ کھینچکر لاؤں گا اور مالی نصرتیں بھی آئیں گی اور دنیا میں تیری شہرت ہو جاویگی جیسے لکھا ہے فحان ان تعان و تعرف بین الناس اور پھر فرمایا یاتون من کل فج عمیق اور یاتیک من کل فج عمیق اور پھر فرمایا لا تصعر لخلق اللہ و لا تسئم من الناس یعنی اب وقت آگیا ہے کہ تو لوگوں میں شناخت کیا جاوے اور تیری مدد کی جاوے تیرے پاس دور دور راہوں سے لوگ آئیں گے اور دور دراز جگہوں سے تجھے تحائف اور مالی نصرتیں آئینگی۔ اور پھر فرمایا کہ تیرے پاس کثرت سے مخلوق آئے گی اس لیے تو تجھ سے انکو قبول کرنا اور ان کی کثرت سے تنگ نہ جانا غرض اس قسم کے بہت سے الہامات ہیں جو نہ صرف عربی زبان میں ہوے بلکہ فارسی میں ہوے اردو میں ہوے اور انگریزی میں بھی ہوے جسکو میں جانتا بھی نہیں اور ایک لمبا سلسلہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کا چلا گیا ہے اور جہاں براہین ختم ہوتی ہے وہاں یہ الہام ہوا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردے گا۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ جب میں ان لوگوں کے منہ سے سنتا ہوں کہ کوئی نشان دکھاؤ ان نشانوں پر وہ غور نہیں کرتے اور انکو حقیر سمجھتے ہیں۔ افسوس! اور اور نشان بھی ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ قادر ہے وہ نشان پر نشان دکھا رہا ہے لیکن یہ دانشمندی اور تقوے کا طریق نہیں ہے کہ پہلے نشانوں کو چھوڑ دیا جائے۔ ان نشانوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھو۔ مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ ان سے بڑھکر کسی نے عداوت کا تمبر نہیں لیا انھوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں اُنھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی اب باوجود اس مخالفت کے اسکو قسم دیکر پوچھو کہ جب تم نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا اور یہ پیشگوئیاں اور نشان اسمیں موجود تھے اُسوقت ہمارا کیا حال تھا کہاں تک میری شہرت تھی اور کسقدر لوگو نکو مجھسے تعلق تھا اور کیا اب ان الہامات کے موافق یہ نشانات جو پورے ہوے ہیں اب بنائے گئے ہیں؟ اُسوقت موجود تھے یا نہیں؟ اور انھوں نے پڑھے تھے یا نہیں؟ اگر پڑھے تھے تو پھر سچ سچ کہو کہ ایسے زمانہ میں جب یہ دعا سکھاتا ہے کہ

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ[۱۹] اور اسمیں آپ ہی گواہی دیتا ہے کہ میں اکیلا ہوں وہ الہامات جو جماعت کی ترقی اور میری قبولیت کے متعلق ہیں عظیم الشان نشان ہیں یا نہیں؟ اگر تعصب اور سخت دلی مانع نہو تو اقرار کرنا پڑے گا +

پھر اسی براہین میں یہ بھی موجود ہے کہ علماء مخالفت کرینگے اور حارج ہوں گے کہ ترقی نہ ہو لیکن میں ترقی دوں گا۔ اور پھر سب لوگ جانتے ہیں اور ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسقدر مخالفت ہو رہی ہے اور کیا اس مخالفت سے یہ مبارک سلسلہ رُک گیا یا اس نے ترقی کی؟ اگر کوئی ایسی نظیر دنیا میں موجود ہے اور کوئی شخص ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جس میں ایک عرصہ پہلے ایسی پیشگوئیاں درج ہوں اور وہ پوری ہوئی ہوں۔ یقیناً یاد رکھو کسی مفتری یا کذاب سے ایسا سلوک نہیں کیا جاتا اور اسقدر مہلت اور فرصت اسے نہیں دیجاتی اگر کوئی ایسا مفتری یا کذاب پیش کیا جاوے تو ہم قبول کر لیں گے۔ پھر ایسی مخالفت کے متعلق یہ خبر بھی دیگئی تھی کہ ہر مخالفت کرنے والا اپنے منصوبوں اور تجویزوں میں ناکام اور نامراد رہیگا خواہ وہ مولوی ہو یا فقیر اور امیر ہو کوئی ہو اور اب تک واقعات نے اس امر کو سچا ثابت کر دکھایا ہے +

اور میں کھلے دل سے بیان کرتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں اور ان مکالمات پر جو میرے ساتھ ہوتے ہیں ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ خدا کی دوسری کتابوں پر ایمان لاتا ہوں اُس نے یہ بھی مجھے فرمایا ہے کہ میں تجھے بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے وہ زمانہ خواہ کبھی آنے والا ہو لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اسیطرح ہو گا۔ اُس زمانہ کے لوگ دیکھیں گے یا اُن کے بیٹے پوتے غرض یہ ہو گا ضرور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک نقطہ یا شوشہ نہ ٹلیگا۔ غرض یہ نشانات ہیں جنپر غور کرنا چاہیے اور ٹھنڈے دل سے سوچو کہ مفتری کو یہ تائیدیں نہیں ملا کرتیں

پھر بعض لوگ یہ بھی کہدیتے ہیں کہ ہم نشانات کو کیا کریں قرآن شریف کے خلاف مسائل پیش کیے جاتے ہیں مجھے ایسا کہنے والوں پر بھی افسوس آتا ہے کہ اگر ان کا قرآن شریف پر ایمان ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے کیونکہ ہم نے بارہا ظاہر کیا ہے اور کتابوں میں شائع کیا ہے کہ ہم قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اگر کوئی شخص ایک آیۃ کا بھی انکار کرے وہ گمراہ اور جہنمی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر کیا کروں یہ لوگ بنی اسرائیل کیطرح جنہوں نے آنحضرتؐ کا انکار کیا نہیں مانتے اور انکار کرتے ہیں۔ مجھمیں اور ان میں یہی اختلاف ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آیۃ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ الآیۃ کی ترتیب جو قرآن شریف میں ہے صحیح نہیں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا یا گمان کرنا خطرناک بے ادبی اور شوخی ہے +

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کی ترتیب صحیح ہے اور اسی لیے اسکے یہ معنے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے

۴۳ کو اُلٹ پلٹ کیا جاوے - خدا سے ڈرو یہ بہت خطرناک دلیری ہے - ہاں اگر صحیحین میں کوئی حدیث درج ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پر فرمایا ہے تو پیش کرو ہم مان لیں گے لیکن اگر تم پیش نہ کرو اور ہرگز پیش نہیں کر سکو گے - تو یہ تقویٰ کے خلاف ہے - کہ خود کہدو اور دوسری غلطیوں کو قرآن شریف کی شرح بنا لو ہم بار بار تم سے پوچھیں گے کہ بخاری یا مسلم میں دکھاؤ کہ اس میں لکھا ہے کہ رَافِعُكَ الی السماء الثانیۃ پڑھا کرو -

دیکھو ان باتوں پر غور کرو میرا یہ مدعا نہیں کہ ہر ایک شخص محض اس وجہ سے کہ وہ میرے ساتھ عداوت رکھتا ہے اور تعصب نے اُس کے جوش کو بڑھا دیا ہے - بے اختیار بول اُٹھے - اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں محض خدا تعالیٰ کے لئے کہتا ہوں انسان کی جھوٹی منطق کبھی ختم نہیں ہوتی ہے اس لئے میں مقابلہ کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں - لیکن میں اپنے دل میں مخلوق کی ہمدردی اور بھلائی کے لئے ایک جوش رکھتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے اس لئے سچے دل سے کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلمات سے مجھے خبر دی ہے - یہ مت سمجھو کہ میں بیہودہ طور پر کہتا ہوں - بلکہ سچ مُچ یہی بات ہے پس جلد بازی نہ کرو کہ جلدی صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے روک دیتی ہے میں جانتا ہوں کہ بہت سے لوگ اپنے سینے اور دل کو تھام نہیں سکتے اور یہ مرض کثرت سے پھیل گیا ہے - کہ مخالفت کی وجہ سے حق بات پر بھی غور نہیں کرتے اور یونہی کوئی بات سُنی تو مُنہ پر جھاگ آجاتی ہے اور پھر جو زبان پر آتا ہے کہہ دیتے ہیں مگر یاد رکھو یہ امر تقویٰ کے خلاف ہے مُتّقی کی زبان ڈرتی ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی بات مُنہ سے نکالے -

میرا معاملہ اگر سمجھ میں نہیں آتا تو طریق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگو تاکہ وہ خود تم پر اصل حقیقت کھول دے - خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حُرمتی نہ کرو ورنہ طریق نجات بھول جانیکا اندیشہ ہے آج وقت ہے بصیرت سے کام لو - قرآن شریف قانون آسمانی اور نجات کا ذریعہ ہے اگر ہم اسمیں تبدیلی کریں تو یہ بہت ہی سخت گناہ ہے تعجب ہوگا کہ ہم یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور پھر قرآن شریف کیلئے وہی روا رکھتے ہیں - مجھے اور بھی افسوس اور تعجب آتا ہے - کہ وہ عیسائی جنکی کتابیں فی الواقع محرف مبدل ہیں وہ تو کوشش کریں تحریف ثابت نہ ہو اور ہم خود تحریف کرنے کی فکر میں ہوں !!!

۴۴ دیکھو! افترا کرنیوالا خبیث اور موذی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام (آگے دیکھو صفحہ ۴۱-۴۴)

وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں مگر یہ لوگ اس ترتیب کو غلط (معاذ اللہ) ٹھیراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رافعک الیّ کی جگہ رافعک الی السماء الثانیۃ چاہیے اور اسکے بعد متوفیک چاہیے گویا ان کے اعتقاد کے موافق خدا تعالیٰ کو غلطی لگی اُسے کہنا تو یہ تھا کہ یا عیسےٰ انی رافعک الی السماء الثانیۃ ومتوفیک اور کہدیا یہ جو آیت میں درج ہے

اب میں قرآن کو چھوڑتا ہوں اور اُس کے خلاف کہتا ہوں یا یہ خود کہتے اور کرتے ہیں +

انصاف سے بولو اگر یہ تحریف نہیں ہے تو کیا ہے۔ اسی پر مجھے کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن کے خلاف ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ قرآن کی تحریف ہے جس سے یہودیوں پر لعنت پڑی اور وہ سور اور بندر بنے۔ یہودی جو تحریف کرتے تھے اُن کے متعلق بھی یہی فرمایا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ اور جب تم بھی اسی قسم کی تحریف کرتے ہو تو قرآن شریف پر تمھارا اچھا ایمان ہے +

میں زور سے کہتا ہوں کہ کیا وہ دل خدا ترس ہے اور اُسمیں تقویٰ کا حصہ ہے جو خدا تعالیٰ کے کلام میں تصرف کرنا چاہتا ہے اگر تم سچے ہو اور تحریف نہیں کرتے تو پھر وہ حدیث صحیح پیش کرو جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ رافعک الیّ کے بجائے رافعک الی السماء الثانیۃ چاہیے اور یہ متوفی سے پہلے ہے قرآن شریف میں جو لکھا ہے وہ غلط ہے اور تم سن رکھو کہ ہرگز ہرگز کوئی شخص ایسی حدیث صحیح پیش کرنے پر قادر نہ ہوگا +

جس قدر صاحب یہاں موجود ہیں آخر ہوش و حواس رکھتے ہیں وہ انصاف سے کہیں کہ اگر کوئی شخص تمسک کو الٹ پلٹ کرتا ہے تو وہ جعلسازی کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں اور وہ اس جعلسازی کی سزا میں جیل میں بھیجا جاتا ہے پھر یہ اندھیر کیوں روا رکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرنا یہ بھی افترا ہے اس سے بچو +

غرض قرآن شریف کی یہ آیت صاف طور پر مسیح کی وفات کا وعدہ دیتی ہے اور جس قدر وعدے اس آیت میں رافعک الیّ سے شروع ہو کر آخر تک ہیں وہ ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں کہ پورے ہو گئے حالانکہ وہ سب بعد وفات ہیں پھر وفات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخبر صادق ہیں جو مسلمان کہلا کر بھی آپ پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کو مخبر صادق تسلیم نہیں کرتا وہ بڑی بدذاتی کرتا ہے آپ نے تو فرمایا ہے کہ میں نے مسیح کو دوسرے آسمان پر یحییٰ کے پاس دیکھا ہے اب کیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے یا نہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت وفات یافتہ نہ تھے بلکہ زندہ تھے تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے زندہ کو وفات یافتہ سے کیا تعلق ہے انکی تو روح بھی ابھی قبض نہیں ہوئی تھی ادنیٰ فہم کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ مردہ کے پاس تو مردہ ہی ہو سکتا ہے پھر یہ کیا ہوا کہ مردہ کے پاس زندہ جا بیٹھا

یہ صرف اپنی ہی غلطی ہے ورنہ سچ یہی ہے کہ حضرت مسیح بھی مر کر یحییٰ علیہ السلام کے پاس گئے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے قول سے یعنی قرآن شریف سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل یعنی رویت سے ثابت کر دیا جو اس قول اور فعل کو نہیں مانتا اسکو میں کیا کہوں ۔

ان دونوں گواہوں کے بعد اور کس گواہ کی حاجت ہے اور یہاں تک ہی بات نہیں خود حضرت مسیح کا تو صاف اقرار بھی موجود ہے اور اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ؕ سے تو اس سارے قضیہ کا فیصلہ ہی ہو جاتا ہے اس آیت سے پہلی آیتوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح سے قیامت کے دن سوال کریگا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ میری ماں کو اور مجکو خدا بنا لو ۔ حضرت عیسیٰ اپنی بریت میں عرض کرینگے کہ میری کیا مجال تھی جو میں ایسی تعلیم دیتا ۔ میں تو جب تک ان میں رہا انکو تیری توحید ہی کی تعلیم دیتا رہا جو تو نے مجھے دی تھی لیکن جب تو نے مجکو وفات دیدی تو پھر تو اُنپر نگران تھا اب غور کا مقام ہے کہ انی متوفیک میں جو وعدہ تھا وہ اس آیت فلما توفیتنی سے پورا ہوتا ہے ماسوا اس کے یہ آیت حضرت مسیح کی موت اور ان کی دوبارہ آمد کے متعلق ایک فیصلہ کن آیت ہے اور یہ اس قرآن کی آیت ہے جس کا حرف حرف محفوظ ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ وار خود اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۔ افسوس مسلمانوں نے اس کتاب کی قدر نہیں کی !!!

اس آیت میں مسیح علیہ السلام نے اپنی بریت دو صورتوں سے کی ہے اول تو یہ کہ میری زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے کیونکہ میں انکو توحید کی تعلیم دیتا رہا دوم جب مجھے وفات دیدی مجھے کچھ خبر نہیں ۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت مسیح ابھی تک زندہ ہی ہیں تو صاحبو ! پھر ان کے اس اقرار کے موافق یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابھی تک عیسائی بگڑے بھی نہیں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہے حالانکہ یہ واقعات صحیحہ کے خلاف ہے عیسائی ضرور بگڑ چکے ہیں صاحبو ! اگر مسلمانوں کے اس خیالی عقیدہ زندہ آسمان پر جانے کو لیکر اور اس آیت کے موافق عیسائی مسلمانوں پر اعتراض کریں کہ ہماری تعلیم تمہارے اقرار کے موافق بگڑی نہیں ہے تو کیا جواب ہو سکتا ہے ؟ کیونکہ یہ امر تو حضرت مسیح کی زندگی سے وابستہ ہے اور زندگی تسلیم ہے تو پھر دوسرے امر یعنی تعلیم کے انکار کے لیے کیا عذر ہے !!!

میں سچ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کی خیر اسی میں ہے کہ وہ قرآن شریف پر ایمان لاویں اور وہ یہی ہے کہ مسیح کی وفات پر ایمان لاویں ۔ دوسری بات جو اس آیت میں فیصلہ کیگئی ہے وہ انکی دوبارہ آمد کا مسئلہ ہے مسلمانوں میں غلطی سے یہ عقیدہ مشہور ہو گیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے اور چالیس برس تک اس دنیا میں رہیں گے صلیبوں کو

توڑیں گے اور کافروں سے جنگ کریں گے وغیرہ وغیرہ اب غور کا مقام ہے کہ ایک نبی صادق کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس نے جھوٹھ بولا یہ تو بے ایمانی ہے۔ ایک شخص اگر عدالت کے سامنے جھوٹھ بولے تو وہ حلف دروغی کی سزا پاتا ہے پھر علیم وخبیر عالم الغیب خدا کے حضور قیامت کے دن کسی نبی کو جھوٹھ بولنے کی جرأت کب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ لیکن یہ عقیدہ جو مینے ابھی بیان کیا ہے اگر تسلیم کر لیا جاوے تو پھر قرآن شریف جھوٹھا پڑے گا اور حضرت مسیح کو معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے حضور قیامت کے دن جھوٹھ بولنے والا قرار دینا پڑے گا کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ مسیح اُتر آئے گا تو پھر خدا تعالیٰ کے سامنے ان کا یہ جواب کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ صحیح نہیں کیونکہ انکو تو اسوقت یہ کہنا چاہیے تھا کہ چالیس سال تک آسمان سے اُتر کر میں پھر زمین پر رہا اور مینے جنگیں کیں صلیبیں توڑیں اور شریروں کو مارا کفار کو مسلمان کیا حالانکہ ان کے جواب میں ان باتوں میں سے کسی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ پھر خدا کے واسطے سوچکر جواب دو کیا تم یہ تجویز کرو گے کہ حضرت مسیح نے معاذ اللہ جھوٹھ بولا اور کیا یہ نبی کی شان ہے کہ خدا کے سامنے جھوٹھ بولے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے اور قرآن پر حملہ کرتا ہے وہ بدذات اور جہنمی ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون ہیں جو رسمی بات کیلیے قرآن شریف پر حملہ کرتے ہیں پس یہ آیت مسیح کی وفات اور انکی دوبارہ آمد کے متعلق قول فیصل ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور وہ دوبارہ نازل نہیں ہوں گے اور قرآن شریف سچا اور حضرت مسیح کا جواب بھی سچا ہے۔ ہاں یہ امر کہ آنیوالے مسیح سے پھر کیا مراد ہے تو یاد رکھو کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے مجھپر ظاہر کیا اور اپنی تائیدوں نصرتوں اور نشانوں کے ساتھ اسے ثابت کیا وہ یہی ہے کہ آنیوالا اسی اُمت کا ایک فرد کامل ہے اور خدا تعالیٰ نے کھلی کھلی وحی سے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ آنے والا میں ہوں جو چاہے قبول کرے۔ میرا یہ دعویٰ نرا دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ زبردست ثبوت ہیں جو ایک سلیم الفطرۃ اور متقی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مامور کو بھیجتا ہے تو تین ذریعوں سے اسکی سچائی کو ثابت کرتا اور اتمام حجت کرتا ہے +

اوّل نصوص کے ذریعہ یعنی پہلی شہادتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔ دوم نشانات کے ذریعہ جو اسکی تائید میں اور اسکے لیے ظاہر کیے جاتے ہیں۔ سوم عقل کے ذریعہ۔ بعض اوقات یہ تینوں ذریعے جمع ہو جاتے ہیں اور اسوقت خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سب ذریعے میری سچائی کو ثابت کر رہے ہیں۔ پس نصوص کے لیے یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ بخاری میں اور مسلم میں موجود ہے) جس آنیوالے کی خبر دی ہے اسکے لیے یہی فرمایا ہے کہ وہ اسی اُمت میں سے ہوگا چنانچہ بخاری اور مسلم میں منکم کا لفظ موجود ہے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ من بنی اسرائیل۔ اور قرآن شریف میں سورۂ نور میں بھی استخلاف کے وعدہ میں بھی منکم ہی فرمایا ہے اب بتاؤ کہ قرآن اور حدیث کے نصوص آنے والے مسیح کو

اسی اُمّت سے ٹھیراتے ہیں یا باہر سے لاتے ہیں قرآن شریف بھی یہی زمانہ مسیح موعود کے آنیکا ٹھیراتا ہے۔

دوئم نشانات۔ وہ نشانات جو میری تائید میں ظاہر ہو چکے ہیں اور جو میرے ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے زندہ گواہ اسوقت لاکھوں انسان موجود ہیں میں نے اپنی کتاب نزول المسیح میں ڈیڑھ سو کے قریب نشان لکھے ہیں اور بعض کا میں نے ابھی ذکر بھی کیا ہے تاہم وہ نشان جو میرے لیے ظاہر ہوئے وہ بھی تھوڑے نہیں ہیں اور انسانی طاقت میں یہ نہیں کہ وہ ان باتوں کو اپنے لیے خود جمع کرلے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مسیح موعود اُسوقت آئے گا جب چھ ہزار سال کا دورہ ختم ہوگا اور عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک وہ وقت آگیا ہے۔ پھر قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اسکی تصدیق کرتی ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جس سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور حدیث صحیح میں ہے ولیترکن القلاص فلا یسعی علیہا۔ اب آپ لوگ جانتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل طیار ہو رہی ہے اس عظیم الشان پیشگوئی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے ایک اخبار والے نے لکھا ہے کہ اب تو مکہ مدینہ والے بھی یہ نظارہ دیکھ لیں گے کہ اونٹوں کی قطار کے بجائے ریل گاڑی وہاں چلے گی قرآن شریف میں جو فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ اس کے متعلق نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ عشار دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اسلیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا تاکہ یہ سمجھ میں آجاوے کہ اسی دنیا کے متعلق ہے کیونکہ حاملہ ہونا تو اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ اسی طرح نہروں کا نکالا جانا۔* چھاپہ خانوں کی کثرت اور اشاعت کتب کے ذریعوں کا عام ہونا اس قسم کے بہت سے نشان ہیں جو اس زمانہ سے مخصوص تھے اور وہ پورے ہو گئے ہیں ایسا ہی کسوف خسوف کا نشان جو رمضان شریف میں ہوا یہ حدیث اکمال الدین اور دار قطنی میں موجود ہے۔ پھر حج کا بند ہونا بھی نشان تھا وہ بھی پورا ہوا۔ ایک ستارہ نکلنے کی نشانی بھی وہ بھی نکل چکا۔ طاعون کا نشان تھا وہ بھی پورا ہو گیا +

غرض میں کہانتک بیان کرتا جاؤں یہ ایک لمبا سلسلہ ہے طالب حق کیلیے اسقدر کافی ہے +

پھر تیسرا ذریعہ عقل ہے اگر عقل سے کام لیا جاوے اور زمانہ کی حالت پر نظر کیجاوے تو صاف طور پر ضرورت نظر آتی ہے۔ غور سے دیکھو اسلام کی حالت کیسی کمزور ہو گئی ہے اندرونی طور پر تقوے طہارت اُٹھ گئے ہیں اوامر و احکام الٰہی کی بے حرمتی کیجاتی ہے اور ارکانِ اسلام کو ہنسی میں اُڑایا جاتا ہے اور بیرونی طور پر یہ حالت ہے کہ ہر قسم کے معترض اسپر حملہ کر رہے ہیں اور اپنی جگہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کا نام و نشان مٹا دیں۔ غرض جس پہلو سے دیکھو اسلام کمزور ہو گیا ہے۔ وہ اسلام جس میں ایک بھی مرتد ہو جاتا تو قیامت آجاتی تھی آجکل بیس لاکھ آدمی مرتد ہو چکا ہے

* وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ یعنی جب دریا چیرے جائینگے + وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی اور جب قسم قسم کی کتابیں پھیل جائیں

فضلیہ

کیا ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ پورا نہ ہوتا۔ اگر اب اسلام کی خبر نہ لی جاتی تو پھر اندر کو تسا وقت آئیگا الا نصاف + بس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد کیا خدا تعالےٰ اُسوقت نصرت کرے گا جب یہ نام مٹ جائے گا۔ ایکطرف حدیث میں یہ وعدہ کہ ہر صدی پر مجدد آئے گا مگر اسوقت جبکہ ضرورت کا وقت ہے اور صدی کے بھی بیس بائیس برس گذر چکے کوئی مجدد نہ آئے؟ تعجب ہے تم کیا کہہ رہے ہو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو وہ زمانہ کہ اُسمیں متواتر نبی آتے رہے اور یہ اُمت جو خیر الامم کہلاتی ہے اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت ہے باوجود اُمت مرحومہ کہلانے کے اسمیں جب آئے تو دجال آئے اور پھر ایک دو نہیں تیس دجال گویا خدا کو اس اُمت سے خطرناک دشمنی ہے وہ اسکو ایسا تباہ کرنا چاہتا ہے کہ نام و نشان نہ رہے۔ افسوس! میری مخالفت میں یہ لوگ ایسے اندھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حضور شوخی اور بے ادبی کرنے سے باز نہیں آتے اسکو عملی طور پر وعدوں کا خلاف کرنے والا قرار دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کرتے ہیں!! +

دیکھو میں کھولکر کہتا ہوں کہ تم اپنے نفسوں پر رحم کرو۔ اُس پیغمبر کی شان میں جو افضل الرسل ہے یہ بے ادبی نہ کرو کہ حضرت مسیحؑ کو اس سے افضل قرار دو کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی وفات پر صحابہ کی کیا کیفیت ہوئی تھی وہ دیوانہ وار پھر تے تھے آپ کی زندگی انکو ایسی عزیز تھی کہ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی تھی کہ اگر کوئی آپ کو مردہ کہے گا تو میں اُسکا سر اُڑا دوں گا۔ اس شور پر حضرت ابوبکرؓ آئے اور اُنھوں نے آگے بڑھ کر آپؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا کہ آپؐ پر خدا تعالیٰ دو موتیں جمع نہ کرے گا اور پھر یہ آیت پڑھی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یعنی آنحضرتؐ بھی ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے جس قدر رسول آئے ہیں وہ سب کے سب وفات پا گئے ہیں صحابہ نے جب اس آیت کو سنا تو انھیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت اب اُتری ہے انھوں نے معلوم کیا کہ آپ کے مقابلہ میں کوئی اور زندہ نہیں ہے۔ تم میں وہ عشق اور محبت نہیں جو صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی ورنہ تم یہ کبھی روا نہ رکھتے کہ مسیحؑ کو آنحضرتؐ کے مقابل زندہ کہتے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر صحابہ کے سامنے اُسوقت کوئی کہتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا وہ اس قدر آپ کے عشق اور محبت میں فنا شدہ تھے۔ حسان بن ثابتؓ نے اُسوقت پر ایک مرثیہ لکھا ہے جسمیں وہ کہتے ہیں؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی اور میرے دیدوں کا نور تھا پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں۔ عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے کوئی مرے

مجھے تو تمہیں ہی مرنے کا غم تھا۔ صحابہ کی تو یہ حالت تھی مگر اس زمانہ میں اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ نہیں افضل الانبیاء وفات پا گئے اور حضرت مسیح زندہ ہیں۔ افسوس مسلمانوں کی حالت کیا سے کیا ہو گئی ہیں خوب جانتا ہوں اور اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا پہلا اجماع مسیح کی وفات پر ہی ہوا تھا پھر ان کے خلاف کرنا یہ کونسی عقلمندی اور تقویٰ ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ یہ غلطیاں امتداد زمانہ کی وجہ سے ہیں۔ تقویٰ نہیں رہا جہالت بڑھ گئی ہے رو بحق ہونا کم ہو گیا ہے راہ راست محجوب ہو گیا ہے اور یہی امور ہیں جو میری ضرورت کے داعی ہیں۔ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ ان باتوں پر غور کرو۔ اپنے گھروں میں جا کر تنہائی میں سوچو کہ تم چاہتے ہو کہ اسلام اور سو سال تک آفتوں کا نشانہ بنا رہے اگر اب تک کوئی نہیں آیا تو پھر صدی کا سر تو چلا گیا بائیس برس گذر چکے اب اور سو سال تک انتظار کرو لیکن یاد رکھو کہ اگر مجھے قبول نہ کرو گے تو پھر تم کبھی بھی آنیوالے موعود کو نہیں پاؤ گے +

میں نے اتنی باتیں کی ہیں بعض مخالفوں کو فائدہ کے بجائے جوش آئے گا اور وہ مار جیت کیطرف توجہ کریں گے بہتیں کہ رو رو کر دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد چاہیں۔ میری یہی نصیحت ہے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دو اور خدا ترسی سے ان باتوں پر غور کرو اور تنہائی میں سوچو اور آخر خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو کہ وہ دعائیں سنتا ہے

تیسری تقریر ص

تمام مسلمان جو یہاں اکٹھے ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک کی غرض دین ہے یہ میں جانتا ہوں کہ کوئی تھوڑا جوش رکھتا ہے کوئی زیادہ لیکن کچھ نہ کچھ غرض دین کی رکھتا ضرور ہے۔

یقیناً سمجھو کہ ہر شخص اپنے اندازہ کے موافق عمر کا ایک حصہ کھا چکا ہے بڑی عمر ہو گئی ہے تب بھی تھوڑے دن باقی ہیں اور تھوڑی ہے تب بھی تھوڑے ہی باقی ہیں کیونکہ گذرنے والے زمانہ کو ہمیشہ تھوڑا خیال کیا جاتا ہے پس یاد رکھو کہ انسان جو اس مسافر خانہ میں آتا ہے اسکی اصلی غرض کیا ہے؟ اصل غرض انسان کی خلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے اور اسکی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ میں نے جن و انس کو اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اسکے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غائت کو مدنظر رکھیں وہ خدا کو چھوڑ کر دنیا کیطرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اسکی عزتوں

ص جو حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بمقام الہ آباد ... ۱۹۰۸ء کو فرمائی

کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا حصہ بہت ہی تھوڑا رہ جاتا ہے اور بہت سے لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں انھیں خبر نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔ ہاں اُسوقت پتا لگتا ہے جب قابض ارواح آکر جان نکال لیتا ہے پس اس دھوکہ سے خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ مرنے کا وقت آجاوے اور تم خالی کے خالی ہی رہو یہ شعر اچھا کہا ہے

٭ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار ٭ مباش ایمن از بازی روزگار ٭

یک دفعہ ہی پیام موت آجاتا ہے اور پتا نہیں لگتا۔ انسانی ہستی بہت ہی ناپائیدار ہے ہزارہا مرضیں لگے ہوئے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جب دامنگیر ہو جاتے ہیں تو اس جہان سے رخصت کر کے ہی رخصت ہوتے ہیں جبکہ حالت ایسی نازک اور خطرناک ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک خدا سے صلح کرے اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے اور مسلمانوں نے جس خدا کو مانا ہے وہ رحیم کریم حلیم توّاب اور غفّار ہے جو شخص سچی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کرتا ہے اور اُسکے گناہ بخشدیتا ہے لیکن دنیا میں خواہ حقیقی بھائی بھی ہو یا کوئی اور قریبی عزیز اور رشتہ دار ہو۔ وہ جب ایک مرتبہ قصور دیکھ لیتا ہے پھر وہ اُس سے خواہ باز بھی آجاوے مگر اُسے عیبی ہی سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیسا کریم ہے گو انسان ہزاروں عیب کر کے بھی رجوع کرتا ہے تو بخشدیتا ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے بجز پیغمبروں کے جو خدا تعالیٰ کی تخلق میں رنگے جاتے ہیں جو چشم پوشی سے اسقدر کام لے بلکہ عام طور پر تو یہ حالت ہے۔ خدا داند و بپوشد و ہمسایہ نداند و بخروشد۔ پس غور کرو کہ اس کے کرم اور رحم کی کیسی عظیم الشان صفت ہے۔ یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ اگر وہ مواخذہ پر آئے تو سب کو تباہ کردے لیکن اس کا کرم اور رحم بہت ہی وسیع ہے اور اُس کے غضب پر سبقت رکھتا ہے ٭

اسلام اور دوسرے مذاہب

یہ دین یعنی اسلام جو سچا مذہب ہی اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمکو ملا ہے اسکی سچائی کی آیت زبردست علامت ہے کہ انسانی ضمیر اور فطرت جس قسم کا خدا چاہتی ہے قرآن کریم نے ویسا ہی خدا پیش کیا ہے یعنی اس قسم کی صفات سے متصف اسے بیان کیا ہے۔ لیکن چونکہ مقابلہ کے بغیر کسی کی خوبی اور عمدگی کا پتا نہیں لگ سکتا اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسیقدر مقابلہ دوسرے مذاہب سے کیا جاوے اگرچہ ہمارا یہ مذہب ہی اور قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ کل عالم کا ایک ہی خدا ہے لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مثلاً ہندوؤں کا خدا تو اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ وہ خدا جو اپنے خیالات اور عقائد کے موافق ہندوؤں نے پیش کیا ہے یا عیسائی جس قسم کا تسلیم کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ یہ کبھی بھی خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ کسی اور خدا کی مخلوق ہیں۔ غرض جب ہم اس خدا کا مقابلہ ان خداؤں سے جو دوسرے لوگوں نے پیش کیے ہیں کرتے

ہیں تو صاف طور پر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ خدا جو قرآن شریف نے یا اسلام نے پیش کیا ہے وہی حقیقی خدا ہے اور اسی مسئلہ عفو گناہ کے متعلق جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے خواہ انسان کتنے ہی گناہ کرے لیکن جب سچے دل سے توبہ کرے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے باز آجاوے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اُس کے گناہ بخشدیتا ہے لیکن اس کے بالمقابل ہندوؤں نے جس خدا کو پیش کیا ہے وہ اس کے متعلق ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ ایسا خدا ہے جو ایک گناہ کے بدلے کروڑوں جونوں میں ڈالتا ہے اور جو جُوئیں۔ پسو۔ مچھر درند پرند۔ چرند یہانتک کہ پانی اور ہوا کے کیڑے یہ سب انسان ہی ہیں جو اپنی سزائیں بھگتنے کے واسطے ان جونوں میں آئے ہوئے ہیں دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جس قدر مخلوقات انسان کے سوا نظر آتی ہیں وہ سب انسان کے گناہوں کے طفیل ہے اور خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ ابتک ان پر کوئی رحم نہیں آتا اور وہ ایسا سخت دل پرمیشر ہے کہ رحم کر ہی نہیں سکتا +

جب یہ عقیدہ رکھا جائے گا کہ ہر ایک گناہ کی سزا میں ضرور کئی کروڑ جونوں میں جانا پڑے گا تو گناہ کی معافی اور رحم و کرم پرمیشر میں کہاں پایا گیا؟ حالانکہ فطرت انسانی ایک ایسا خدا چاہتی ہے جو انسانی کمزوریوں پر رحم کرتا ہو اور انسان کے نادم اور تائب ہونے پر اسکے قصوروں کو معاف کردے کیونکہ خود انسان میں بھی یہ وصف ایک حد تک پایا جاتا ہے۔ پھر تعجب کی بات ہوگی کہ انسان تو توبہ اور معافی پر قصور معاف کر دے اور خدا تعالیٰ ایسا کینہ ور (معاذ اللہ) ہو کہ اسکو کسی طرح رحم ہی نہ آوے؟ یہ خیال بالکل غلط اور باطل ہے بلکہ صحیح اعتقاد وہی ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑا ہی کریم اور رحیم ہے اور وہ سچے رجوع اور حقیقی توبہ پر گناہ بخشدیتا ہے اس کے بالمقابل عیسائی جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ اور بھی عجیب ہے وہ خدا تعالیٰ کو رحیم تو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رحیم ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ رحم بلا مبادلہ نہیں کر سکتا جب تک بیٹے کو پھانسی نہ دیوے اُس کا رحم کچھ بھی نہیں کر سکتا تعجب اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں جب اس عقیدہ کے مختلف پہلوؤں پر نظر کیجاتی ہے اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی بھی دیا لیکن یہ نسخہ رحم پھر بھی خطا ہی گیا سب سے اول تو یہ کہ نسخہ اُسوقت یاد آیا جب بہت سی مخلوق گناہ کی موت سے تباہ ہو چکی اور اُسپر کوئی رحم نہ ہو سکا کیونکہ پہلے کوئی بیٹا پھانسی پر نہ چڑھا اور علاوہ ازیں اگرچہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زید کے سر میں درد ہو اور بکر اپنا سر پتھر سے پھوڑے اور یہ سمجھا جاوے کہ اس نسخہ سے زید کو آرام ہو جاوے گا لیکن اسکو بفرض محال اگر بھی اس نسخہ کا جو اثر ہوا ہے وہ تو بہت ہی خطرناک ہے جبتک یہ نسخہ استعمال نہیں ہوا تھا اکثر لوگ نیک بخت اور توبہ و استغفار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کی کوشش کرتے تھے مگر جب

یہ نسخہ گھڑ لیا گیا کہ ساری دنیا کے گناہ خدا کے بیٹے کے پھانسی پانے کے ساتھ معاف ہو گئے تو اب ہی حجاب اس کے کہ گناہ رکتا گناہ کا ایک بھر سیلاب جاری ہو گیا اور وہ بند جو اس سے پہلے خدا کے خوف اور شریعت کا لگا ہوا تھا ٹوٹ گیا جیسا کہ یورپ کے حالات سے پتا لگتا ہے کہ اس مسئلہ نے وہاں کیا اثر کیا ہے اور فی الحقیقت ہونا بھی یہی چاہیے تھا پھر جب یہ بات ہے اور حالت ایسی ہے تو ہم کیونکر تسلیم کریں کہ وہ خدا جو اس رنگ میں دنیا کے سامنے کیا جاتا ہے وہ حقیقی خدا ہے۔ اس قسم کی غلط تعلیمیں دنیا میں جاری ہو چکی تھیں اور حقیقی خدا کا چہرہ چھپا ہوا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ نے آکر دنیا کے سامنے وہ خدا پیش کیا جو انسانی کانشنس اور فطرت چاہتی ہے اور اس کا پورا پورا بیان اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب قرآن مجید میں ہے۔

میں اس وقت دوسرے لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہیں الگ رکھکر صرف ان لوگوں کے متعلق کچھ کہوں گا جو مسلمان ہیں اور انہیں سے خطاب کروں گا۔

یاد رکھو۔ قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جسکو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اسکو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کسقدر تعجب اور افسوس کی بات ہے ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنھوں نے ساری عمر میں کبھی اسکو پڑھا ہی نہیں پس ایسے آدمی جو اللہ تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں انکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفا اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سے امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اسکو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سے امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اسکی کیسی بد قسمتی اور جہالت ہے اسے چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھدیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بیخبر۔ اور اس وقت تک اس سے دور رہتا ہے جو موت آکر خاتمہ کر دیتی ہے اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہمکو عمل کرنا چاہیے مگر نہیں اسکی پرواہ بھی نہیں کی جاتی ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اسطرف بلاوے تو اسے کذاب اور دجال کہا جاتا ہے اس سے بڑھکر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہوگی۔ !!!

یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ۱۹/۱

مسلمانوں کو چاہیے تھا اور اب بھی ان کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اسپر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کسطرح انکی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ کاش! مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اسپر چلکر فائدہ اٹھائیں +

یقیناً یاد رکھو کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اسکی پاک کتاب پر عمل کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو انتہا برکات سے حصہ دیتا ہے ایسی برکات اسے بجاتی ہیں جو اس دنیا کی نعمتوں سے وہ بہت ہی بڑھکر ہوتی ہیں انہیں سے ایک عفو گناہ بھی ہے کہ جب وہ رجوع کرتا اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشدیتا ہے۔ دوسرے لوگ اس نعمت سے بالکل بے بہرہ ہیں اس لیے کہ وہ اسپر اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ توبہ سے گناہ بھی بخشے جایا کرتے ہیں ان میں سے بعض تو یہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے ہیں کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہو ہمکو جونوں میں جانا پڑے گا اور معافی نہیں مل سکتی۔ عیسائیوں کے اصول کے موافق مسیح کے خون پر ایک بار ایمان لاکر اگر گناہ ہو جاوے تو پھر صلیب مسیح کوئی فائدہ نہیں دیسکتی کیونکہ مسیح صلیب پر دو مرتبہ نہیں چڑھے گا تو کیا یہ بات صاف نہیں ہے کہ ان دونوں کے لیے بخشے جانے اور نجات کی راہ بند ہے کیونکہ صدور گناہ تو رک نہیں سکتا اگر اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا شکر نہ کرے تو یہ بھی گناہ ہے اور غفلت کرے تو یہ بھی گناہ ہے اور ان گناہوں پر بھی جونوں میں جانا پڑے گا یا مسیح کو دوبارہ صلیب نہیں دیا جاوے گا اس لیے کلی طور پر مایوس ہونا پڑے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم نہیں دی ان کے لیے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب انسان اس کیطرف رجوع کرے اور اپنے پچھلے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے خواستگار معافی ہو اور آیندہ کے لیے نیکیوں کا عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دیتا ہے اسلیے میں کہتا ہوں کہ میری باتوں کو متوجہ ہو کر سنو ایسا نہ ہو کہ یہ باتیں صرف تمہارے کان تک ہی رہجائیں اور تم ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھاؤ اور یہ تمہارے دل تک نہ پہونچیں نہیں بلکہ پوری توجہ سے سنو اور انکو دل میں جگہ دو اور اپنے عمل سے دکھاؤ کہ تمنے انکو سرسری طور پر نہیں سنا اور ان کا اثر اسی آن تک نہیں بلکہ گہرا اثر ہے +

اسبات کو بخوبی یاد رکھو کہ گناہ ایسا زہر ہے جس کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور نہ صرف ہلاک ہی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ یہ نعمت اسکو مل سکے جس جس قدر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اُسی اُسی قدر اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ روشنی اور نور جو اللہ تعالیٰ کے قرب میں اُسے ملنے تھے اس سے پرے ہٹتا جاتا ہے۔ اور

گناہ اور اس کے نتائج اور اس سے نجات

تاریکی میں پڑکر ہرطرف سے آفتوں اور بلاؤں کا شکار ہوجاتا ہے یہانتک کہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن شیطان اسپر اپنا قابو پالیتا ہے اور اُسے ہلاک کردیتا ہے۔ لیکن اس خطرناک نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک سامان بھی رکھا ہوا ہے اگر انسان اس سے فائدہ اُٹھائے تو وہ اس ہلاکت کے گڑھے سے بچ جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے قرب کو پا سکتا ہے۔ وہ سامان کیا ہے رجوع الی اللہ یا یہی توبہ۔ اللہ تعالیٰ کا نام توّاب ہے وہ بھی رجوع کرتا ہے اصل بات یہ ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بعید ہوجاتا ہے لیکن جب انسان رجوع کرتا ہے یعنی اپنے گناہوں سے نادم ہوکر پھر اللہ تعالیٰ کیطرف جُھکتا ہے تو اس رحیم کریم خدا کا رحم اور کرم بھی جوش میں آتا ہے اور وہ اپنے بندہ کیطرف توجہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے اس لیے اس کا نام توّاب ہے پس انسان کو چاہیے کہ اپنے رب کیطرف رجوع کرے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع برحمت کرے +

انسان جب قدر مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں اُسپر آفتیں آتی ہیں یہ سب شامت اعمال ہی سے آتی ہیں۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ لوگ دھوکہ میں پڑجاتے ہیں کہ ہمپر اگر مصیبتیں آئیں تو کیا ہوا؟ انبیاء علیہم السلام کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے انکی مصائب اور مشکلات کو کوئی نسبت نہیں + انبیاء علیہم السلام کی مصائب میں لذت ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی کے بڑھانے کا موجب ہوتی ہیں اُنسے محبتِ الٰہی بڑھتی ہے اور ان کا فوق العادۃ استقلال اور رضا اور تسلیم اعلیٰ درجہ کی معرفت کا باعث بنتی ہیں برخلاف اسکے یہ مصیبتیں اور بلائیں اور وبائیں جو گناہ کی شامت سے آتی ہیں ان میں درد اور تکلیف کے علاوہ خدا سے بُعد ہوتا ہے اور ایک تاریکی چھا جاتی ہے آخر بالکل تباہی اور بربادی ہوجاتی ہے اسکی وجہ یہی کہ یہ ایک زہر ہے زہر کھاکر کوئی بچ نہیں سکتا پس گناہ کا زہر کھاکر یہ توقع کرنا کہ وہ بچ جائے گا خطرناک غلطی ہے یقیناً یاد رکھو کہ جو گناہ سے باز نہیں آتا وہ آخر مریگا اور ضرور مریگا +

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل کو اسی لیے بھیجا اور اپنی آخری کتاب قرآن مجید اسی لیے نازل فرمائی کہ دنیا اس زہر سے ہلاک نہ ہو بلکہ اس کی تاثیرات سے واقف ہوکر بچ جاوے قدیم سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آئی ہے کہ جب دنیا پر گناہ کی تاریکی پھیل جاتی ہے اور انسانوں میں عبودیت نہیں رہتی اور عبودیت اور الوہیت کا باہمی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے انسان سرکشی اور بغاوت اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے انکی آگاہی اور تنبیہ کیلیے اپنا ایک مامور بھیجدیتا ہے وہ دنیا میں آکر اہل دنیا کو اس خطرناک عذاب سے ڈراتا ہے جو انکی شرارتوں اور شوخیوں کی وجہ سے آنیوالا ہوتا ہے اور انکو اس زہر سے جو گناہ کا زہر ہے بچانا چاہتا ہے۔ جو سعید الفطرت ہوتے ہیں وہ

اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور سچی توبہ کرکے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن شریر النفس اپنی شرارتوں میں ترقی کرتے اور اس کی باتوں کو ہنسی ٹھٹھے میں اُڑا کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتے ہیں اور آخر تباہ ہو جاتے ہیں۔ آجکل یہی زمانہ آیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو سچا تعلق عبودیت کا ہونا چاہیے اور جو محبت اپنے خالق سے ضروری ہے وہ کہاں ہے ؟

ہر ایک شخص اپنی جگہ غور کرے اور اپنے نفس پر قیاس کرکے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسکے تعلقات کسقدر ہیں آیا وہ دنیا اور اسکی شان و شوکت کو اپنا معبود سمجھتا ہے یا حقیقی خدا کو معبود مانتا ہے ؟ اس کے تعلقات اپنے نفس اہل و عیال اور دوسری مخلوق کے ساتھ کس قسم کے ہیں ؟ ان میں اللہ تعالےٰ کا خوف کس درجہ تک ہے ؟ ان باتوں پر جب آپ غور کرینگے اور خالی الذہن ہو کر غور کرینگے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ وہ وقت آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی رشتہ اور پیوند لوگوں نے رکھا ہی نہیں ہے ۔ اکثر ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ہستی ہی کا یقین نہیں رکھتے اور جو بعض مانتے ہیں کہ خدا ہے اُن کا ماننا نہ ماننا برابر ہو رہا ہے کیونکہ وہ تقویٰ اللہ اور خشیۃ اللہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے پیدا ہوتے ہیں اُن میں پائے نہیں جاتے گناہ سے نفرت اور احکام الٰہی کی پابندی اور نواہی سے بچنا نظر نہیں آتا پھر کیونکر تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ لوگ فی الحقیقت اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے ہوئے ہیں ۔ وللہ در من قال.

از عمل ثابت کن آں نور کہ در ایمان تست ✤ دل چو دادی یوسفے را راہ کنعاں را گزیں

اور ما سوا اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جبتک کامل اور پورا تعلق نہ ہو وہ برکات اور فیوض جو اس تعلق کے لازمی نتائج ہیں حاصل نہیں ہوتے اسکی مثال ایسی ہے کہ جہاں ایک پیالہ پانی کا پی کر سیر ہونا ہو وہاں ایک قطرہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے اور تشنہ لبی کو بجھا سکتا ہے اور جہاں دس تولہ دوا کھانی ہو وہاں ایک چاول یا ایک رتی سے کیا ہو گا ؟ اسی طرح پر جب تک انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ کا مطیع اور وفادار بندہ نہیں بنتا اور کامل نیکی نہیں کرتا اُسوقت تک اس کے انوار و برکات ظاہر نہیں ہوتے ۔ ادھوری اور ناتمام باتوں سے بعض اوقات ٹھوکر لگتی ہے ایک شخص نیکی کو اُس کے کمال تک تو پہونچاتا نہیں اور اس سے ان ثمرات کی توقع کرتا ہے جو اس کے درجہ کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتے تو اس سچی اور پاک تعلیم سے بدظن ہونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ اسطرح پر بھی گمراہ ہوئے ہیں لیکن میں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جو تعلیم پیش کی ہے اور جسطریق پر نیکی کی راہیں بتائی ہیں ان پر اور اسدرجہ تک عامل ہونے سے انسان وہ تمام کمالات اور برکات حاصل کر سکتا ہے جن کا وعدہ دیا گیا ہے اسی پاک تعلیم کی سچی اور کامل پیروی سے ولی اللہ یا ابدال بنتے ہیں بعض لوگ

سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ یا ابدال بننے کے لیے خاص راہ ہے جو قرآن شریف میں نہیں ہے وہ سخت نادان
اور غلطی پر ہیں - یہی وہ راہ ہے جس سے یہ درجے بھی حاصل ہوتے ہیں - ولی یا ابدال کیا کیا کرتے
ہیں یہی کہ وہ سچی تبدیلی کر لیتے ہیں اور قرآن شریف کی تعلیم کا سچا متبع اپنے آپ کو بناتے ہیں اور
نیکی کو اس حد اور درجہ تک کرتے ہیں جو اس کے کمالات کے لیے مقرر ہے یہی نماز روزہ زکوٰۃ اور
صدقات وغیرہ وہ بھی بجا لاتے ہیں لیکن ان میں اور دوسرے لوگوں میں اسقدر فرق ہے کہ وہ اس حد
تک ان اعمال صالحہ کو بجا لاتے ہیں کہ ان میں ایک قوت اور طاقت آجاتی ہے اور ان سے وہ افعال
سرزد ہوتے ہیں جو دوسروں کی نظر میں خوارق ہوتے ہیں - اسکی وجہ کیا ہے ؟ یہی کہ وہ اعمال صالحہ
کو پورے طور پر بجا لاتے ہیں پس جو شخص پوری نیکی کرتا ہے اور اسکو ادھورا اور ناقص نہیں چھوڑتا
اور قرآن شریف کی تعلیم کا پورا پابند اپنے آپکو بنا لیتا ہے وہ یقیناً ولی اور ابدال ہو جاتا ہے جو جا کر
بن سکتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے واسطے بڑی دعاؤں کی ضرورت ہے اور دعا کی تعلیم بھی قرآن
شریف کی تعلیم ہے جس کے لیے جابجا ہدایت کی گئی ہے بلکہ اس کا شروع ہی دعا سے ہوا ہے اس بات کو
کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے - جیسے کہ اگر کسی شخص کو زندہ رکھنا مقصود ہے تو ضرور ہے کہ اُسکو
پوری غذا دیجاوے چند دانوں پر اُسکی زندگی کی اُمید کرنا خیال خام ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ میں زندگی
حاصل کرنے کے لیے پوری نیکیوں کا کرنا ضروری ہے جو اس طریق کو چھوڑتا ہے وہ آج نہیں کل
مر جاوے گا قرآن شریف نے اسی اصل کو بتایا ہے جو زیادہ خط اُٹھانا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ زیادہ توجہ کرے +

ہماری جماعت کو (جس سے لوگ بغض رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے)
یاد رکھنا چاہیے کہ میں اپنے مخالفوں سے باوجود ان کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور
وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ
دکھاوے وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا
ہو جاوے انہیں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے
والی جماعت ہو لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی
تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا تو وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دے گا وہ اُنکے سامنے
تباہ ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسیکی پروا نہیں کرتا وہ اولاد جو انبیا
کی اولاد کہلاتی تھی یعنی بنی اسرائیل جنہیں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان
فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھیرائے گئے تھے لیکن جب اسکی روحانی حالت بگڑی اور اسنے
صراط مستقیم کو چھوڑ دیا سرکشی فسق فجور کو اختیار کیا نتیجہ کیا ہوا ؟ وہ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْكَنَةُ کی مصداق ہوئی اللہ تعالیٰ کا غضب اُن پر ٹوٹ پڑا اور اُن کا نام بندر اور سؤر رکھا

گیا۔ یہانتک کہ وہ گر گئے اور انسانیت سے بھی اُنکو خارج کیا گیا یہ کسی قدر عبرت کا مقام ہے بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے اسی طرح یہ قوم جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسپر بڑے بڑے فضل کرے گا لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ سے سچی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل اتباع نہیں کرتا وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا پس تمھیں چاہیے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھیرو +

فخر ذات

بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کیطرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی؟ جنمیں نبی اور رسول آتے تھے لیکن کیا انکی اس علی ذات کا کوئی لحاظ اللہ تعالیٰ کے حضور رہا۔ جب اسکی حالت بدلگئی۔ ابھی مینے کہا ہے کہ ان کا نام سور اور بندر رکھا گیا اور اُسے اسطرح انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگونکو یہ مرض لگا ہوا ہے خصوصًا سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں کہ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اُسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سید ولد آدم اور افضل الانبیا ہیں اُنھوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اے فاطمہ تو اس رشتہ پر بھروسا نہ کرنا کہ میں پیغمبر زادی ہوں قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جاویگا کہ تیرا باپ کون ہے وہاں تو اعمال کام آئیں گے میں یقینًا جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کیطرف سے آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر ایسی شے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ میں گیلانی ہوں یا فلاں سید ہوں حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی ذات اور قوم کی بات تو مرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ کوئی بُرا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اسکی پاداش اسکو ملے گی یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں کی اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لیے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ ہاں ضروری ہے کہ نیکی اور تقوےٰ میں ترقی کرو اللہ تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اسکی نصرت

ہمارے شامل حال ہوگی کہ ہم صراط مستقیم پر چلیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں۔ قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستورالعمل بنا دیں اور ان باتوں کو ہم اپنے عمل اور حال سے ثابت کریں نہ صرف قال سے اگر ہم اس طریق کو اختیار کرینگے تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی ملکر ہمکو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے اس لیے کہ خدا ہمارے ساتھ ہوگا لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور اس سے قطع تعلق کر چکے ہیں تو ہماری ہلاکت کے لیے کسیکو منصوبہ کرنے کی ضرورت نہیں کسی مخالفت کی حاجت نہیں وہ سب سے پہلے خود ہمکو ہلاک کر دے گا۔

ہمیشہ سے سنۃ اللہ اسی طرح چلی آئی ہے جب بنی اسرائیل نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اختیار کی اور اس نے گناہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبران میں موجود تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ سے سخت بیزار اور متنفر ہے وہ کبھی پسند نہیں کر سکتا کہ ایک شخص بغاوت کرے اور اسکو سزا نہ دیجاوے +

یہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ گنہگار اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتا۔ اگر ایمان رکھتا تو ہرگز گناہ کرنے کی جرأت نہ کرتا حدیث میں جو آیا ہے کہ چوری کرنے والا یا زانی یا بدکار اپنے فعل کے وقت مومن نہیں ہوتا اس کا بھی یہی مطلب ہے کیونکہ سچا ایمان تو گناہ سے دور کرتا ہے اور شیطان سے کشتی میں وہ شیطان پر غالب آجاتا ہے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علانیہ بدکاری میں مبتلا ہے اور دوسری خطاکاریوں سے باوجودیکہ ان کی برائی سے آگاہ ہے باز نہیں آتا تو پھر بجز اس کے اور کیا کہنا پڑیگا کہ وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا اگر ایمان رکھتا تو ان بدیوں سے بچتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا گناہ سے سخت بیزار ہے اور اس کا نتیجہ بہت ہی برا اور تکلیف دہ ہے +

میرزا محمود ایرانی کے متعلق

آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مجھسے مقابلہ کے خواہشمند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اسقدر شدت کم فرصتی ہے کہ میں ابھی اس درخواست کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لیے جانا جو عدالت میں دائر ہے ضروری ہے میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی۔ اب میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لیے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس

+ اس جگہ سے آگے دیکھو صفحہ الف ب ج د تا آخر۔

بےوقت کی درخواست سے کیا مطلب ہے اور کیا غرض ہے لیکن تاہم میں حکیم مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کے لیے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۴ ستمبر کو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائیگا وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام وکمال شائع کردیں حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اُسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرادیں اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کرے گی کہ کس شخص کا مضمون راستی پر اور دلائل قویہ پر مبنی ہے اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانست میں یہ طریق فیصلہ ان ہر نتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آجکل زبانی مباحثات سے متوقع ہے بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کیطرف نہیں اور نہ انکی نسبت کوئی تذکرہ ہے اس لیے ایسا مضمون ان رنجشوں سے بھی برتر ہوگا جو باہم مباحثات سے کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں +

ایرانی صاحب کے ایک سوال کا جواب

مجھ سے ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی نام نے آج ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ ایک خط کے دریافت کیا ہے کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ پس واضح ہو کہ آیت قرآنی بہت سے اسرار اپنے اندر رکھتی ہے جس کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور جس کے ظاہر کے نیچے ایک باطن بھی ہے لیکن وہ معنے جو خدا نے مجھپر ظاہر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ آیت مع اپنے سابق اور لاحق کے مسیح موعود کے لیے ایک پیشگوئی ہے اور اس کے وقت ظہور کو مشخص کرتی ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ مسیح موعود بھی ذوالقرنین ہے کیونکہ قرن عربی زبان میں صدی کو کہتے ہیں اور آیت قرآنی میں اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ وہ وعدہ کا مسیح جو کسی وقت ظاہر ہوگا اُس کی پیدایش اور اُس کا ظاہر ہونا دو صدیوں پر مشتمل ہوگا۔ چنانچہ ہمارا وجود اسیطرح پر ہے میرے وجود نے مشہور و معروف صدیوں میں خواہ ہجری ہیں خواہ مسیحی خواہ بکرماجیتی اسطور پر اپنا ظہور کیا ہے کہ ہر جگہ دو صدیوں پر مشتمل ہے صرف کسی ایک صدی تک میری پیدایش اور ظہور ختم نہیں ہوئے غرض جہانتک مجھے علم ہے میری پیدایش اور میرا ظہور ہر یک مذہب کی صدی میں طرف ایک صدی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دو صدیوں میں اپنا قدم رکھتا ہے پس ان معنوں سے میں ذوالقرنین ہوں چنانچہ بعض احادیث میں بھی مسیح موعود کا نام ذوالقرنین آیا ہے ان حدیثوں میں بھی ذوالقرنین کے یہی معنی ہیں جو میں نے بیان کیے ہیں۔ اب باقی آیت کے معنے پیشگوئی کے لحاظ سے یہ ہیں کہ دنیا میں دو قومیں بڑی ہیں جنکو مسیح موعود کی بشارت دیگئی ہے اور مسیحی دعوت کے لیے پہلے انھیں کا حق ٹھیرایا گیا ہے۔ سو خدا تعالیٰ ایک استعارہ

نفس کی تین حالتیں

نفس کی تین حالتیں ہیں۔ یا یہ کہو۔ کہ نفس تین رنگ بدلتا ہے بچپن کی حالت میں نفس زکیہ ہوتا ہے۔ یعنی بالکل سادہ ہوتا ہے اس عمر کے طے کرنے کے بعد پھر نفس پر تین حالتیں آتی ہیں۔ سب سے اول جو حالت ہوتی ہے۔ اسکا نام نفس امّارہ ہے۔ اس حالتمیں انسان کی تمام طبعی قوتیں جوش زن ہوتی ہیں۔ اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے دریا کا سیلاب آ جاوے۔ اس وقت قریب ہوتا ہے۔ کہ غرق ہو جاوے یہ جوش نفس ہر قسم کی بے اعتدالیوں کی طرف لیجاتا ہے لیکن پھر اسپر ایک حالت اور بھی آ جاتی ہے۔ جس کا نام نفس لوّامہ ہے۔ اس کا نام لوّامہ اسلئے رکھا گیا ہے۔ کہ وہ بدی پر ملامت کرتا ہے۔ اور یہ حالت نفس کی روا نہیں رکھتی۔ کہ انسان ہر قسم کی بے اعتدالیوں اور جوشوں کا شکار ہوتا چلا جاوے۔ جیسا کہ نفس امّارہ کی صورت میں تھا۔ بلکہ نفس لوّامہ اسے بدیوں پر ملامت کرتا ہے یہ سچ ہے کہ نفس لوّامہ کی حالتمیں انسان بالکل گناہ سے پاک اور بری نہیں ہوتا۔ مگر اسمیں بھی کوئی کلام نہیں کہ اس حالتمیں بھی انسان کی شیطان اور گناہ کے ساتھ ایک جنگ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی شیطان غالب آ جاتا ہے اور کبھی وہ غالب آ جاتا ہے۔ مگر نفس لوّامہ والا اللہ تعالےٰ کے رحم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بدیوں کے خلاف اپنے نفس سے جنگ کرتا رہتا ہے۔ آخر اسی کش مکش اور جنگ و جدل میں اللہ تعالیٰ اسپر رحم کر دیتا ہے۔ اور اُسے وہ نفس کی حالت عطا ہوتی ہے جسکا نام مطمئنہ ہے یعنی اس حالت میں انسان شیطان اور نفس کی لڑائی میں فتح پا کر انسانیت اور نیکی کے قلعہ کے اندر آ کر داخل ہو جاتا ہے اور قلعہ کو فتح کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ خدا پر راضی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسپر راضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں فنا اور محو ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مقادیر کے ساتھ اسکو پوری صلح اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آ جا۔

رضاء الٰہی

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سچا رجوع اُسوقت ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ کی رضاء سے رضاء مل جاوے۔ یہ وہ حالت ہے۔ جہاں انسان اولیاء اور ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے۔ اور وحی کی جاتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضاء میں زندہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے۔ انسانی ہستی کا مقصد اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کیونکہ اسلام سے سچی مراد یہی ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رضاء کے تابع اپنی رضاء کرے۔

دعا کی ضرورت

مگر۔ سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں۔ کہ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ مجاہدات کرے لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا سے قوت اور تائید

نہیں پاتا۔ اس دشوار گذار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوری اور اس کے ضعیف حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کے لئے دُعا کی بہت بڑی ضرورت ہے دُعا ایک زبردست طاقت ہے۔ جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گذار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے۔ کیونکہ دُعا اس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دُعاؤں میں لگا رہتا ہے۔ وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے۔ ہاں نری دُعا اللہ تعالیٰ کا منشاء نہیں ہے۔ بلکہ اوّل تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لا کر اور اس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام لے اسباب سے کام نہ لینا اور نری دُعا سے کام لینا یہ آداب الدُعا سے ناواقفی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو آزمانا ہے۔ اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دُعا کو لاشے محض سمجھنا یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو۔ کہ دُعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دُعا کو نہیں چھوڑتا۔ اس کے دین اور دُنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے۔ جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دُعاؤں سے لاپروا ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزوری بھی ہے۔ اور پھر ایسے جنگل میں ہے۔ جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہُوا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحہ میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا۔ اور اسکی ہڈی بھی نظر نہ آئے گی۔ اس لئے یاد رکھو! کہ انسان کی بڑی سعادت اور اس کی حفاظت کا اصل ذریعہ یہی دُعا ہے یہی دُعا اس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اس میں لگا رہے۔

اسلام کا خاص امتیاز

یہ بھی یقیناً سمجھو کہ یہ ہتھیار اور نعمت صرف اسلام ہی میں دی گئی ہے۔ دوسرے مذاہب اس عطیہ سے محروم ہیں۔ آریہ لوگ بھلا کیوں دُعا کریں گے۔ جبکہ اُنکا یہ اعتقاد ہے۔ کہ تناسخ کے چکر میں سے ہم نکل ہی نہیں سکتے ہیں اور کسی گناہ کی معافی کی کوئی امید ہی نہیں ہے۔ انکو دُعا کی کیا حاجت اور کیا ضرورت اور اس سے کیا فائدہ۔

اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ مذہب میں دُعا ایک بے فائدہ چیز ہے۔ اور پھر عیسائی دُعا کیوں کریں گے؟ جبکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ دوبارہ کوئی گناہ بخشا نہیں جائے گا۔ کیونکہ مسیح دوبارہ تو مصلوب ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ خاص اکرام اسلام کے لئے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ اُمّت مرحومہ ہے۔ لیکن اگر آپ ہی اس فضل سے محروم ہو جاویں تو

اور خود ہی اس دروازہ کو بند کر دیں تو پھر کس کا گناہ ہے؟ جب ایک حیات بخش چشمہ موجود ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی پی سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود طالب موت اور تشنۂ ہلاکت ہے۔ اس صورت میں تو چاہیئے۔ کہ اس پر منہ رکھدے۔ اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لیوے۔ یہ میری نصیحت ہے۔ جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے تیس سیپارے ہیں۔ اور سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔ لیکن جو شخص نہیں جانتا۔ کہ ان میں سے وہ نصیحت کونسی ہے۔ جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عمل در آمد کریں۔ تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے۔ دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور وہ نہیں سمجھتے۔ کہ دعا کیا چیز ہے؟ دعا یہی نہیں ہے کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑا لئے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ دعا اور دعوت کے معنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے پکارنا اور اس کا کمال اور موثر ہونا اسوقت ہوتا ہے۔ جب انسان کمال درد دل اور جلن اور سوز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور اس کو پکارے ایسا کہ اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر آستانہ الوہیت کی طرف بہ نکلے۔ یا جس طرح پر کوئی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور وہ دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے۔ تو دیکھتے ہو کہ اس کی پکار میں کیسا انقلاب اور تغیر ہوتا ہے۔ اس کی آواز ہی میں وہ درد بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے رحم کو جذب کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دعا جو اللہ تعالیٰ سے کیجاوے اس کی آواز اس کا لب ولہجہ اور ہی ہوتا ہے اس میں وہ رقت اور درد ہوتا ہے۔ جو الوہیت کے چشمۂ رحم کو جوش میں لاتا ہے۔ اس دعا کے وقت آواز ایسی ہو۔ کہ سارے اعضاء اس سے متاثر ہو جاویں۔ اور زبان میں خشوع خضوع ہو دل میں درد اور رقت ہو۔ اعضاء میں انکسار اور رجوع الی اللہ ہو۔ اور پھر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر کامل ایمان اور پوری امید ہو۔ اس کی قدرتوں پر ایمان ہو۔ ایسی حالت میں جب آستانہ الوہیت پر گرے گا نامراد واپس نہ ہوگا۔ چاہیئے کہ اسحالت میں بار بار حضور الٰہی میں عرض کرے۔ کہ میں گنہگار ہوں۔ اور کمزور ہوں تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو آپ رحم فرما۔ اور مجھے گناہوں سے پاک کر۔ کیونکہ تیرے فضل و کرم کے سواء کوئی اور نہیں ہے۔ جو مجھے پاک کرے۔ جب اس قسم کی دعا میں مداومت کرے گا۔ اور استقلال اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید کا طالب رہے گا۔ تو کسی نامعلوم وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور سکینت اس کے

دل پر نازل ہوگی۔ جو دل سے گناہ کی تاریکی دور کرے گی۔ اور غیب سے ایک طاقت عطا ہوگی جو گناہ سے بیزاری پیدا کر لے گی۔ اور وہ ان سے بچے گا۔ اس حالت میں دیکھے گا۔ کہ میرا دل جذبات اور نفسانی خواہشوں کا ایسا اسیر اور گرفتار تھا۔ کہ گویا ہزاراں ہزار زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ جو بے اختیار اسے کھینچ کر گناہ کی طرف لیجاتے تھے۔ یایکدفعہ وہ سب زنجیر ٹوٹ گئے ہیں۔ اور آزاد ہو گیا ہے۔ اور جیسے پہلی حالت میں گناہ کی طرف ایک رغبت اور رجوع تھا۔ اس حالت میں وہ محسوس اور مشاہدہ کرے گا۔ کہ وہی رغبت اور رجوع اللہ تعالےٰ کیطرف ہے۔ گناہ سے محبت کی بجائے نفرت اور اللہ تعالیٰ سے وحشت اور نفرت کی بجائے محبت اور کشش پیدا ہوگی۔

یہ ایک زبردست صداقت ہے۔ جو اسلام میں موجود ہے۔ اس کا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کا زندہ ثبوت ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے۔ مَیں دعوے سے کہتا ہوں۔ اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ اگر انسان اس امر کو سمجھ لے۔ اور دعا کے راز سے آگاہ ہو جاوے۔ تو اس میں اس کی بڑی ہی سعادت اور نیک بختی ہے۔ اور اس صورت میں سمجھو۔ کہ گویا اسکی ساری ہی مرادیں پوری ہو گئی ہیں۔ ورنہ دنیا کے ہم و غم تو اس قسم کے ہیں۔ کہ انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جو شخص رو بدنیا ہوتا ہے۔ وہ تھوڑی دور چل کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نامرادیاں اور ناکامیاں اکثر آکر ہلاک کر دیتی ہیں لیکن جو شخص ساری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ رو بخدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اس کے سب حرکات و سکنات ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ دُنیا کو بھی ناک سے پکڑ کر اس کا خادم بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس حالت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دُنیا دار تو دنیا کا دیوانہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ رو بخدا شخص جس کی دُنیا خادم کی جاتی ہے۔ دُنیا اور اس کی لذتوں میں کوئی لذت نہیں پاتا۔ بلکہ ایک قسم کی بدمزگی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لُطف اور ذوق دُنیا کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اور طرف ہو جاتا ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ اور ساری راحت اور لذت اللہ تعالےٰ ہی کی رضا میں پاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ دُنیا بھی اُس کے پاس آجاتی ہے۔ مگر راحت کے طریق اور ہو جائیں گے۔ وہ دُنیا اور اس کی راحتوں میں کوئی لذت اور راحت نہیں پاتا۔ اسی طرح پر انبیاء اور اولیاء کے قدموں پر دُنیا کو لاکر ڈالدیا گیا ہے۔ مگر ان کو دُنیا کا کوئی مزا نہیں آیا۔ کیونکہ اُنکا رُخ اور طرف تھا۔ یہی قانون قدرت ہے۔ جب انسان دُنیا کی لذت چاہتا ہے تو وہ اُسے نہیں ملتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں فنا ہو کر دُنیا کی لذت کو چھوڑتا ہے۔ اور اسکی آرزو

اور خواہش باقی نہیں رہتی۔ تو دنیا ملتی ہے۔ مگر اُس کی لذت باقی نہیں رہتی۔ یہ ایک مستحکم اصول ہے۔ اسکو بھولنا نہیں چاہیئے۔ خدا یابی کے ساتھ دُنیا یابی وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا۔ اُسے تمام مشکلات سے نجات ملیگی۔ اور ایسے طور پر اُسے رزق دے گا۔ کہ اُسے علم بھی نہ ہوگا۔ یہ کس قدر برکت اور نعمت ہے۔ کہ ہر قسم کی تنگی اور مشکل سے آدمی نجات پا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ اُس کے رزق کا کفیل ہو۔ لیکن یہ بات جیسا کہ خود اُس نے فرمایا۔ تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور کوئی امر اس کے ساتھ نہیں بتایا۔ کہ دنیوی مکر و فریب سے یہ باتیں حاصل ہونگی ؛ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت ہے۔ کہ وہ دنیا سے طبعی نفرت کرتے ہیں پس جو شخص چاہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے اور دُنیا اور آخرت کی راحت اسے ملجاوے۔ وہ یہ راہ اختیار کرے۔ اگر اس راہ کو چھوڑتا ہے۔ اور اور راہیں اختیار کرتا ہے۔ تو پھر ٹکریں مار کر دیکھ لے کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا بہت سے لوگ ہوں گے۔ جن کو یہ نصیحت بُری لگے گی۔ اور وہ ہنسی کریں گے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ آخر ایک وقت آجائے گا۔ کہ وہ ان باتوں کی حقیقت کو سمجھیں گے۔ اور پھر بول اُٹھیں گے کہ افسوس ہم نے یونہی عمر ضائع کی۔ لیکن اس وقت کا افسوس کچھ کام نہ دیگا۔ اصل موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور پیغام موت آجائیگا۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنیکی فکر کرو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مہربان ہو جاوے۔ تو ساری دُنیا مہربان ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ ناراض ہو۔ تو پھر کوئی بھی کام نہیں آسکتا۔ جب اُس کا غضب آگیا۔ تو دنیا میں کوئی مہربان نہ رہیگا خواہ کیسا ہی مکر و فریب کرے۔ تسبیحیں ڈالے بھگوے اور سبز کپڑے پہنے۔ مگر دنیا اس کو حقیر ہی سمجھے گی ؛ اگرچند روز دنیا دھوکا کھا بھی لے۔ تو بھی آخر اس کی قلعی کھل جائیگی اور اس کا مکر و فریب ظاہر ہو جائیگا لیکن جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیا ہے۔ دنیا اسکی کتنی مخالفت کرے۔ وہ اپنی مخالفت اور منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگی۔ اس کو گالیاں دے۔ لعنتیں بھیجے۔ لیکن ایک وقت آجائیگا۔ کہ وہی دنیا اس کی طرف رجوع کرے گی۔ اور اسکی سچائی کا اعتراف اُسے کرنا پڑیگا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اللہ جس کا ہو جاتا ہے۔ دُنیا بھی اس کی ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ ابتداً اہل دُنیا انکے دشمن ہو جاتے ہیں اور اُسے قسم قسم کی تکلیفیں دیتے۔ اور اس کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں کوئی پیغمبر اور مُرسل نہیں آیا۔ جس نے دُکھ نہ اُٹھایا ہو۔ مکّار۔ فریبی۔ دوکاندار اس کا نام نہ رکھا گیا ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ کروڑہا بندوں نے اس پر ہر قسم کے تیر چلانے چاہے۔ پتھر مارے۔ گالیاں دیں۔ انہوں نے کسی بات کی پروا نہیں کی۔ کوئی امر اُنکی راہ میں

روک نہیں ہوسکا۔ وہ دُنیا کو اللہ تعالیٰ کا کلام سناتے رہے۔ اور وہ پیغام جو لیکر آئے تھے۔ اُس کے پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان تکلیفوں اور ایذا رسانیوں نے جو نادان دُنیاداروں کی طرف سے پہنچیں۔ ان کو سست نہیں کیا۔ بلکہ وہ اور تیز قدم ہوئے۔ یہانتک کہ وہ زمانہ آگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مشکلات انپر آسان کردیں اور مخالفوں کو سمجھ آنے لگی اور پھر وہی مخالف دنیا اُنکے قدموں پر آگری۔ اور اُنکی راستبازی اور سچائی کا اعتراف ہونے لگا دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے + یقیناً یاد رکھو! تمام انبیاء کو اپنی تبلیغ میں مشکلات پیش آئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء علیہم السلام سے افضل اور بہتر تھے۔ یہانتک کہ آپ پر سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے ختم کردیا۔ یعنی تمام کمالات نبوت آپ پر طبعی طور پر ختم ہوگئے۔ باوجود ایسے جلیل الشان نبی ہونیکے کون نہیں جانتا۔ کہ آپؐ کو تبلیغ رسالت میں کسقدر مشکلات اور تکالیف پیش آئیں۔ اور کفار نے کس حدتک آپؐ کو ستایا۔ اور دُکھ دیا۔ اس مخالفت میں اپنی ہی قوم اور چچا اور دوسرے لوگ سب سے بڑھکر حصہ لینے والے تھے۔ آپؐ کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا زمانہ اتنا لمبا ہُوا۔ کہ تیرہ برس تک اپنی قوم سے ہر قسم کے دُکھ اُٹھاتے رہے اس حالت میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ شخص کامیاب ہوگا۔ کیونکہ ہر طرف مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور خود اپنے رشتہ دار ہی تشنۂ خون ہو رہے تھے۔ جدّی اور برادری کے لوگوں نے جب قبول نہ کیا۔ تو اوروں کو اور بھی مشکلات پیش آگئے۔ غرض اسطرح پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مصیبتوں کا زمانہ دراز ہوگیا +

[illegible] علیہم السلام کی تبلیغ

حضرت موسیٰؑ کو اس قسم کے مشکلات پیش نہیں آئے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل نے اُنکو فوراً قبول کرلیا تھا۔ اس لئے قوم کی طرف سے کوئی دُکھ اور مصیبت یا روک اُنکو پیش نہیں آئی۔ لیکن برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم سے مشکلات اور انکار کا مرحلہ پیش آیا۔ پھر ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں کیسی اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوئی ہیں۔ جو آپؐ کے کمالات اور فضائل کا سب سے بڑھ کر ثبوت ہے + آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے اذن وامر سے تبلیغ شروع کی۔ تو پہلے ہی آپؐ کو یہ مرحلہ پیش آیا۔ کہ قوم نے انکار کیا۔ لکھا ہے کہ جب آپؐ نے قریش کی دعوت کی۔ اور سب کو بلاکر کہا۔ کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اسکا جواب دو۔ یعنی میں اگر تمہیں یہ کہوں۔ کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی بھاری فوج پڑی ہوئی ہے۔ اور وہ اس گھات میں بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ موقع پاکر تم کو ہلاک کردے تو کیا تم باور کروگے سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ بے شک ہم اس بات کو تسلیم کریں گے۔ اس لئے کہ تو ہمیشہ سے صادق اور امین ہے۔ جب وہ یہ اقرار کرچکے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دیکھو میں سچ کہتا

ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ اور تم کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں اتنی بات کہنی تھی کہ سب آگ ہوگئے۔ اور ایک شریر بول اٹھا تبالک سائر الیوم۔

افسوس جو بات اُنکی نجات اور بہتری کی تھی۔ ناعاقبت اندیش قوم نے اسکو برا ہی سمجھا۔ اور مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اب اُس کے بالمقابل موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھو۔ بنی اسرائیل باوجودیکہ ایک سخت دل قوم تھی۔ لیکن اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ پر فوراً ہی اس کو قبول کرلیا۔ اور اس طرف موسیٰ علیہ السلام سے افضلؐ کو قوم نے تسلیم نہ کیا۔ اور مخالفت کے لئے تیار ہوگئے۔ مصائب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آئے دن قتل کے منصوبے ہونے لگے۔ اور یہ زمانہ اتنا لمبا ہوگیا۔ کہ تیرہ ۱۳ برس تک برابر چلا گیا۔ تیرہ ۱۳ برس کا زمانہ کم نہیں ہوتا۔ اس عرصہ میں آپ نے جسقدر دکھ اُٹھائے۔ ان کا بیان بھی آسان نہیں ہے۔ قوم کی طرف سے تکالیف اور ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی جاتی تھی۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر اور استقلال کی ہدایت ہوتی تھی۔ اور بار بار حکم ہوتا تھا۔ کہ جسطرح پہلے نبیوں نے صبر کیا ہے۔ تو بھی صبر کر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال صبر کے ساتھ اُن تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور تبلیغ میں سُست نہ ہوتے تھے بلکہ آگے ہی بڑھتا تھا۔ اور اصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر پہلے نبیوں کا سا نہ تھا کیونکہ وہ ایک محدود قوم کے لئے مبعوث ہوکر آئے تھے۔ اس لئے ان کی تکالیف اور ایذا رسانیاں بھی ایک حد تک محدود ہوتی تھیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت بڑا تھا۔ کیونکہ سب سے اول تو اپنی ہی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالف ہوگئی۔ اور ایذا رسانی کے درپے ہوئی۔ اور پھر عیسائی بھی دشمن ہوگئے۔ جب اُنکو سُنایا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے۔ تو اُنکو آگ لگ گئی۔ کیونکہ وہ تو اُنکو خدا بنائے بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر حقیقت کھولدی۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ انسان جس کو خدا بنالیتا ہے۔ اور اپنا معبود مانتا ہے۔ اس کا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر اُس کو چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ عیسائیوں کا یہ اعتقاد پختہ ہوگیا ہوا تھا۔ اس لئے جب اُنہوں نے سُنا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے مصنوعی خدا کو انسان بنا دیا۔ تو وہ دشمن جان بنگئے۔ اور اسی طرح پر یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہوگئی تھیں۔ اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار کرتے تھے۔ جب انکو متنبہ کیا گیا۔ تو وہ بھی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور وہ حضرت مسیح کو معاذ اللہ مکّار اور کذّاب کہتے تھے۔ بالمقابل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو بتایا کہ تم اُنکو کذّاب کہنے میں خود کذّاب ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی ہے۔ اس کے علاوہ اُنکی مخالفت کی بڑی بھاری وجہ یہ ہوئی۔ کہ وہ اپنی بے وقوفی

اور کم فہمی سے یہ سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے آئیگا۔ کیونکہ توریت میں جیسا کہ
سُنت اللہ ہے۔ آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے۔ جس سے اُنکو یہ
شُبہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہاں لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے۔ وہ اس سے مراد بنی اسرائیل
ہی کر بیٹھے۔ حالانکہ اس سے مراد بنی اسمٰعیل تھی۔ پس اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ
سُنا کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ تو اُنکی ساری اُمید و نپر پانی پھر گیا۔ اور جو کچھ وہ توریت کی اِن پیشگوئی
کے موافق سمجھے بیٹھے تھے۔ وہ غلط قرار دیا گیا۔ اس سے اُنکے آگ لگی۔ اور وہ مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہو

پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ

اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں سُنت اللہ یہی ہے کہ اُن میں خفا اور ابتلاء کا
بھی ایک پہلو ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلو نہ رکھا جاوے۔ تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ رہے۔ اور سب کا
ایک ہی مذہب ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امتیاز کے لئے ایسا ہی چاہا ہے۔ کہ پیشگوئیوں میں ایک
ابتلاء کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ کوتاہ اندیش۔ ظاہر پرست اس پر اَڑ جاتے ہیں۔ اور اصل مقصد سے دور
جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہ مشکل پیش آئی۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق
شک میں پڑ گئے۔ اگر توریت میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی۔ کہ آنیوالا نبی بنی اسمٰعیل
سے ہوگا۔ اور اُس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اُس کے باپ کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب
ہوگا۔ اور اُس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ تو یہودی کیونکر انکار کرتے؟ مگر اُنکی بدقسمتی سے اس
میں ایسی صراحت نہ تھی۔ وہاں لکھا تھا۔ کہ تیرے بھائیوں میں سے۔ وہ اس سے مراد بنی اسرائیل
سمجھتے رہے۔

الیاس اور مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ

ایسی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو ٹھوکر لگی تھی۔ ملاکی نبی نے
مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کے آنے کی پیشگوئی درج ہے۔ جب حضرت مسیحؑ آ گئے۔ اور اُنہوں
دعویٰ کیا۔ تو یہودی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ پہلے الیاسؑ کا آنا ضروری۔
لئے وہ انکار کرنے لگے۔ چنانچہ اُنہوں نے خود حضرت مسیحؑ سے یہی سوال کیا۔ کہ الیاسؑ کا آنا
جو مسیحؑ سے پہلے ضروری ہے۔ وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیحؑ نے کہا۔ کہ آنیوالا الیاسؑ آگیا ہے یعنی
وہ یوحنا ابن ذکریاؑ کے رنگ میں آیا ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ مگر یہ بات اُنکی تسلی کا موجب کیونکر
ہو سکتی تھی۔ وہ اس بات پر اڑے رہے۔ کہ وہاں کسی مثیل کے آنیکی خبر تو دی نہیں گئی۔
وہاں تو خود ایلیاؑ کے آنے کا وعدہ ہے۔ اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے۔ اور دُکھ اور تکلیفیں
بھی پہنچاتے رہے۔ یہانتک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں۔ میرے پاس ایک فاضل
یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے اور کہا ہے۔ کہ ہم اُس مسیحؑ کو
کیونکر قبول کر سکتے تھے۔ جبکہ اس سے پہلے ایلیاؑ نہیں آیا۔ یہ شخص جو یسوعؑ مسیح ہونے کا

دعویٰ کرتا ہے اسکا دعویٰ بناوٹی اور جھوٹا ہے۔ کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنیکی جھوٹی تاویل کرتا ہے۔ ہم اسکے خالہ زاد بھائی یحییٰ کو کیونکر ایلیا سمجھ لیں۔ پھر وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے۔ کہ ہم کسطرح پر اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کرلیں جبکہ ہمیں یہ خبر دی گئی تھی۔ کہ پہلے ایلیا آئے گا۔ اس میں کسی مثیل کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ آخر میں کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو ہم سے سوال کرے گا۔ کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا۔ تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کھول کر اس کے سامنے رکھیں گے۔ اسی قسم کے مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آئے؟ اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں پر غور نہیں کیا۔ اور ظاہری الفاظ پر اڑے رہے۔

اسی قسم کے مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آرہے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جاوے۔ تو انکے سامنے تو کوئی نظیر اور فیصلہ موجود نہ تھا۔ لیکن انکے سامنے تو دوبارہ آنیکا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے۔ جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے۔ انہوں نے تاویل کرکے بتا دیا تھا۔ کہ دوبارہ آنیوالے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا۔ پھر کس قدر افسوس ہے۔ اگر یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے لایلدغ المؤمن من جحرٍ واحدٍ مرتین۔ یہودیوں کو جس پتھر سے ٹھوکر لگی۔ اور وہ لعنتی ہو گئے۔ اسی پتھر سے یہ ٹھوکر کھاتے ہیں؟ یہودی جو اسوقت دنیا میں موجود ہیں۔ انکی کتابیں موجود ہیں۔ ان سے دریافت کرلو کہ کیا یہ انکا عقیدہ تھا یا نہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آئے گا؟ اور ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی درج ہے یا نہیں؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو۔ جو مسیح نے خود کیا ہے۔ مومن تو دوسرے کی مصیبت سے عبرت پکڑتا ہے۔ لیکن ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا یہ یہودی عقیدہ ہے۔ جس کی وجہ سے یہودی واصل جہنم ہوئے۔ اب کیا یہ بھی یہی چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ انکی عقلوں کو کیا ہو گیا۔ اگر حضرت مسیحؑ کا وہ فیصلہ جو انہوں نے الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ تو پھر کیسے جواب دیں۔ کہ حضرت مسیح سچے پیغمبر کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور شبہ ہی نہیں۔ کہ ان کے آنیسے پیشتر ایلیا کا آنا ضروری تھا۔ اور ایلیا آسمان سے نہیں آیا۔ پھر حضرت مسیح کیونکر سچے نبی ٹھہریں گے؟ اس عقیدہ فاسدہ سے یہی نہیں کہ یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کی رسالت سے انکار کرنا پڑیگا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی معاذ اللہ ہاتھ سے جائیگی۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے اور جب ابھی تک مسیح بھی نہیں آیا۔ تو پھر اسلام کیونکر صحیح ہوگا؟ سوچو اور غور کرو۔ کہ تمہاری ذراسی ٹھوکر کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے؟ سنو! اصل حقیقت یہی ہے۔ اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

غرض انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں۔ اور انکے مصائب میں سے یہ بھی بڑی مصیبت ہے۔ کہ جسقدر دیر بھی کامیابی میں ہوگی۔ اسیقدر ہم و غم اسکا بڑھیگا۔ میں ان مشکلات سے الگ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو بھی منہاج نبوت پر قائم کیا ہے۔

ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کی مشکلات ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آتے تھے۔ چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ تو معاً دوست۔ رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ماں باپ اور بھائی۔ بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم تک کے روادار نہیں رہتے اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ اس قسم کے مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء اور رسل سے زیادہ نہیں ہو۔ انپر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان قوی ہو۔ اور پاک تبدیلی کا موقع ملے دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے۔ کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو۔ اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔ وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہیئے تھا۔ کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں۔ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ فساد مت کرو۔ بلکہ انکے لئے غائبانہ دعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں۔ کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو۔ اور گالیاں سنکر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو۔ تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ۔ اور نرمی سے جواب دو۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت کا وہ طریق اختیار کرتا ہے۔ جو مفسدانہ طریق ہو۔ جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو۔ لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے۔ اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو خود اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو صبر کا ہتھیار ایسا ہے۔ کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے۔ صبر ہی ہے۔ جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں۔ کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ میں اس طریق کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہریگی وہ ایسی راہ اختیار کرے۔ جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تاکید کرتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا۔ تو وہ یاد رکھے۔ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ مجھے گندی گالیاں دیجاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے۔

میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سُنکر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے۔ کہ میں ان لوگوں سے کسقدر گالیاں سُنتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دیجاتی ہیں۔ بیرنگ خطوط آتے ہیں۔ جنکا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں۔ تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے۔ ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئی ہیں۔ اور میں اعتبار نہیں کرتا۔ کہ ابو جہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھ کر تو شاخ نہیں ہوتی تم دیکھو۔ کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے۔ آخر یہی تھک کر رہ جائیں گے ان کی گالیاں انکی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو بے شک میں انکی گالیوں سے ڈر جاتا۔ لیکن میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کیا پروا کر سکتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو۔ کہ انکی گالیوں نے کس کو نقصان پہنچایا ہے۔ انکو یا مجھے؟ انکی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں۔ تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی یہ لوگ انہیں سے ہی آئے ہیں۔ یا کہیں اور سے۔ انہوں نے مجھ پر کفر کے فتوے لگائے۔ لیکن اس فتوے کفر کی کیا تاثیر ہوئی؟ جماعت بڑھی۔ اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا گیا ہوتا۔ تو ضرور تھا۔ کہ اس فتویٰ کا اثر ہوتا۔ اور میری راہ میں وہ فتویٰ کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا۔ لیکن جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ انسان کا مقدور نہیں ہے۔ کہ اُسے پامال کر سکے۔ جو کچھ منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں۔ پہچان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے پھر کھول کر کہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں۔ ایک عظیم الشان دریا کے سامنے جو اپنے پورے زور سے آرہا ہے بند لگاتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس سے رک جاوے۔ مگر اسکا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ وہ رک نہیں سکتا۔ یہ ان گالیوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں۔ کہ کبھی نہیں رُکے گا۔ کیا شریف آدمیوں کا کام ہے کہ گالیاں دیں۔ میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں۔ جو ایسی بے باکی سے زبان کھولتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ایسی گندی گالیاں میں نے تو کبھی کسی چوہڑے یا چمار سے بھی نہیں سُنی ہیں۔ جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سُنی ہیں۔ .... ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی آنکھیں کھولے اور ان پر رحم کرے۔ آمین۔ ایسے گالیاں دینیوالے خواہ ایک کروڑ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ جانتے ہیں۔ کہ ایک پیسہ کا کارڈ ہی ضائع ہوگا۔ مگر نہیں جانتے۔ کہ اس پیسہ کے نقصان کے ساتھ نامہ اعمال بھی سیاہ ہو جائے گا۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں۔ کیا صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں۔ قرآن شریف کو نہ چھوڑو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرو غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور پھر زمین پر نہیں

آئیں گے۔ مگر یہ ماننے میں نہیں آتے۔ اور اس عقیدہ مخالف قرآن شریف پر اڑتے ہیں۔ اگر میں آیا
ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم نہ کیا ہوتا۔ تو یہ جو کچھ چاہتے کہتے۔ کیونکہ انکو بیدار کرنے والا اور آگاہ کرنیوالا
انہیں موجود نہ تھا۔ لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے۔ اور میں وہی ہوں۔ جسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکَم قرار دیا ہے۔ تو پھر میرے فیصلہ پر چون وچرا کرنا انکا حق نہیں تھا۔ طریق تقویٰ
تو یہ تھا۔ کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے انکار کے لئے جلدی نہ کرتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے آنیکے
بعد انکا حق نہیں۔ کہ زبان کھولیں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوکر آیا ہوں اور حَکَم ہوکر آیا ہوں
ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا۔ کہ مقلد غیر مقلدوں کی غلطیاں نکالتے۔ اور وہ انکی غلطیاں ظاہر کرتے اور اس
طرح پر دو گروہ فرقے آپس میں درندوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے۔ ایک دوسرے کو کافر کہتے۔ اور نجس بتاتے
تھے۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی۔ تو پھر اسقدر اختلاف اور تفرقہ ایک ہی قوم میں کیوں تھا؟ غلطیاں
واقع ہوچکی تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے اختلاف کیوقت ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ
خود فیصلہ کرتا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حَکَم انہیں بھیجدیا۔ اب بتاؤ۔ میں نے کیا زیادتی
کی ہے۔ یا کیا قرآن شریف سے کم کردیا ہے۔ جو میری مخالفت کے لئے اسقدر جوش پیدا ہوا ہے۔
یہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کی کامل اور مجید کتاب کی شرح میں ہے۔ میں نے کہا۔ کہ مسیح
مر گیا ہے۔ لیکن اسکی مخالفت کیوں کیجاتی ہے؟ کیوں یہ قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھتے۔ کیا انکو
شرم نہیں آتی کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ موحد کہلاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء
اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جب وہی لفظ توفی کا آپ پر آتا ہے۔ تو اسکے معنے موت کرتے ہیں۔ اور
جب مسیح پر آتا ہے تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جانیکے کرتے ہیں۔ انکی غیرت کو کیا ہوا؟ یہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ایسی ہتک کیوں روا رکھتے ہیں۔ کیا قرآن شریف میں نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا۔ اور وہی لفظ مسیح کے لئے مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں آیا ہے
پھر یہ کیا ہو گیا۔ کہ ایک جگہ کچھ اور معنے اور ایک جگہ کچھ اور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کمزور نبی سمجھا ہے
انہیں زمین میں دفن کر دیں۔ اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں!!! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی۔ اور
آپکے لئے غیرت ہوتی۔ تو کیوں نہیں کہدیتے۔ کہ وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو میں بھی سمجھ لیتا۔ کہ یہ مسیح کی خصوصیت
نہیں ٹھہراتے۔ مگر موجودہ حالت میں میرا دل گوارا نہیں کرسکتا۔ کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنے کروں۔ جو خود قرآن شریف
اور لغت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کا باعث ہوں
میں سچ کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں۔ وہ کافر ہے۔ وہ سچ
کہتا ہے۔ اس خصوصیت کے پیدا کرنیکا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ ۲۰ لاکھ مرتد ہو گیا۔ اللہ کیواسطے اسقدر ظلم نہ کرو۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے۔ جو اس عقیدہ سے برابر گھٹتی ہے۔ کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے

کے رنگ میں اسجگہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے اپنی سیر میں دو قوموں کو پائے گا ایک قوم کو دیکھے گا کہ وہ تاریکی میں ایک نہایت بدبودار چشمہ پر بیٹھی ہے کہ جس کا پانی پینے کے لائق نہیں اور اس میں سخت بدبودار کیچڑ ہے اور اس قدر ہے کہ اب اسکو پانی نہیں کہہ سکتے۔ یہ عیسائی قوم ہے جو تاریکی میں ہے انھوں نے مسیحی چشمہ کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملا دیا ہے دوسری سیر میں مسیح موعود نے جو ذوالقرنین ہے انکو دیکھا جو آفتاب کی جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آفتاب کی دھوپ میں اور ان میں کوئی اوٹ نہیں اور آفتاب سے انھوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی اور صرف یہ حصہ ملا ہے کہ اس سے بدن ان کے جل رہے ہیں اور اوپر کی جلد سیاہ ہوگئی ہے اس قوم سے مراد مسلمان ہیں جو آفتاب کے سامنے تو ہیں مگر بجز جلنے کے اور کچھ فائدہ ان کو نہیں ہوا یعنی انکو توحید کا آفتاب دیا گیا مگر بجز جلنے کے آفتاب سے انھوں نے کوئی منفعت یعنی روشنی حاصل نہیں کی یعنی دینداری کی اچھی خوبصورتی اور اچھے اخلاق وہ کھو بیٹھے اور تعصب اور کینہ اور اشتعال طبع اور درندگی کے جلن ان کے حصہ میں آگئے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیرایہ میں فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے آئیگا جبکہ عیسائی تاریکی میں ہوں گے اور ان کے حصہ میں صرف ایک بدبودار کیچڑ ہوگا جسکو عربی میں حما کہتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ صرف خشک توحید ہوگی جو تعصب اور درندگی کی دھوپ سے جلتے ہوں گے اور کوئی روحانیت صاف نہ ہوگی اور پھر مسیح جو ذوالقرنین ہے ایک تیسری قوم کو پائیں گے جو یاجوج و ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دیندار ہوں گے اور انکی طبیعتیں سعادتمند ہونگی اور وہ ذوالقرنین سے جو مسیح موعود ہے مدد طلب کرینگے تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں اور تا وہ ان کے لیے سد روشن بنا دے گا یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں انکو تعلیم دے گا کہ یاجوج ماجوج کے حملے انکو روک دیگا اور ان کے آنسو پونچھے گا اور ہر ایک طور سے انکی مدد کریگا اور ان کے ساتھ ہوگا یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مجھے قبول کرتے ہیں یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے اور اس میں صریح طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دیگئی ہے پس مبارک وہ جو ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے قرآن شریف کی یہ سنت ہے کہ اس قسم کی پیشگوئیاں بھی کیا کرتا ہے کہ ذکر کسی اور کا ہوتا ہے اور اصل منشا آیندہ زمانہ کے لیے ایک پیشگوئی ہوتی ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں بھی اسی قسم کی پیشگوئی کیگئی ہے یعنی بظاہر تو ایک قصہ بیان کیا گیا ہے مگر اس میں یہ مخفی پیشگوئی ہے کہ جسطرح یوسف کو ان بھائیوں نے حقارت کی نظر سے دیکھا آخر وہی یوسف انکا سردار بنایا گیا یہ بڑا تعجب کا مقام ہے کہ اسقدر بار بار مسیح موعود یعنی اس عاجز کی نسبت قرآن شریف میں پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں مگر پھر بعض ایسے لوگ جو اپنے اندر بصیرت کی روح نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کوئی ذکر نہیں یہ لوگ ان عیسائیوں کی طرح ہیں جو ناحق کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بائبل میں کوئی پیشگوئی نہیں ہے

حالانکہ ایسا ہی ہوا ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرکے مکہ سے نکال دیا مگر وہی جو رد کیا گیا تھا انکا پیشوا اور سردار بنایا گیا

چوتھی تقریر

میں آپ سب صاحبوں کا شکر کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ میرے لیکچر کو سُنا۔ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور کل صبح ان شاء اللہ چلا جاوں گا لیکن میں اس شکر اور خوشی کو ساتھ لیجاوں گا اور یاد رکھوں گا کہ باوجود اختلاف رائے کے جس کی وجہ سے عموماً جوش پیدا ہوجاتا ہے آپنے نیکی اور نیک اخلاقی اور آہستگی سے میرے مضمون کو سنا میں یہ جانتا ہوں اور خود محسوس کرتا ہوں کہ مدت کے خیالات کو چھوڑنا سہل اور آسان نہیں ہوتا خواہ وہ کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں یہ محض اللہ تعالی کے فضل پر موقوف ہے کہ انسان اپنے اندر علمی یا عملی تبدیلی کر سکے لیکن جو اخلاق آپ نے دکھائے ہیں وہ نہایت ہی قابل تعریف ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جیسے اللہ تعالی نے عام طور پر یہ اجتماعی رنگ دکھایا ہے وہ ایسا وقت اور زمانہ بھی لاوے کہ دلوں میں بھی اتحاد اور اجتماع ہو۔ اس ملک کو تفرقہ نے بہت نقصان پہونچایا ہے ایک زمانہ تھا کہ اس ملک ہندووں اور مسلمانوں میں بہت بڑا اتحاد اور اتفاق تھا اور باوجود اختلاف مذاہب بھی قابل قدر میل ملاپ تھا مگر اس زمانہ میں فرق آگیا اور خدا کرے کہ یہ دور ہو جاوے +

یاد رکھو کہ یہ تنگ دلی اور تنگ ظرفی کا نشان ہے کہ انسان اختلاف شریعت و مذہب سے اخلاق کو بھی چھوڑ دے۔ اختلاف رای اور چیز ہے اور اخلاق اور چیز۔ اور یہ انسانی انتہا خوبی اور کمال ہے کہ باوجود اختلاف رائے کے اخلاقی کمزوری نہ دکھائے۔ آج کے جلسہ نے مجھے امید دلائی ہے کہ اگر اللہ تعالی اپنا فضل کرے تو یہ میل جول ترقی کرے گا +

میں خوب جانتا ہوں کہ جب تک طبیعت میں یہ استعداد نہیں ہوتی کوئی شخص صبر اور خوشی سے ایک مخالف رائے کو سُن نہیں سکتا وہ ایسی رائے کو سنکر چپ نہیں رہ سکتا اسی لیے یہ خاموشی اور صبر مجھے اُمید دلاتے ہیں کہ اچھے نتیجے پیدا ہوں گے۔ یہ بھی خوبی کی بات ہے کہ جب مخالف رائے کو سُنے تو فوراً جواب دینے کو طیار نہ ہو جائے کیونکہ یہ تو محض مارجیت کی خواہش ہوگی لیکن اس کی رائے کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے اسپر صبر سے فکر کرنا چاہیے اس سے علم و حکمت پیدا ہوتے ہیں اور علم و حکمت ایسا خزانہ ہیں جو تمام دولتوں سے اشرف ہیں دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم و حکمت کو فنا نہیں ہے پس جو جلدی نہیں کرتا بلکہ فکر کرتا اور اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے پس میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان اس خزانہ کے حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے کی کوشش کریں +

میں آپ صاحبوں کی خدمت میں ادب عجز اور تواضع سے عرض کرتا ہوں کہ یہ جو کچھ سنایا گیا ہے آپ اسپر توجہ کریں تاکہ میری محنت ضائع نہ ہو جو کچھ میرے قلم سے نکلا ہے اور میرے دوست مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا ہے میں اللہ تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسیکی دل آزاری یا استخفاف مذہب کی نیت سے نہیں لکھا بلکہ خدا گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہو سکتا ہے کہ مینے سچے دل سے لکھا ہے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لیے لکھا ہے اور میں جانتا ہوں کہ

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل +

چونکہ فرصت بہت کم ہے ممکن ہے کہ بعض نے نہ سنا ہو۔ اس لیے ہمنے چھپوا دیا ہے اور بشرط گنجایش مل سکتا ہے پس اسکو پڑھ کر توجہ کریں اور مذہبی مخالفت کو عام مخالفت کا ذریعہ نہ بناویں +

مذہب تو اس لیے ہوتا ہے کہ اخلاق وسیع ہوں جیسے خدا کے اخلاق وسیع ہیں کوئی ہزاروں گالیاں اسے دے وہ اسپر پتھر نہیں برسا دیتا پس اسی طرح حقیقی مذہب والا تنگ ظرف نہیں ہو سکتا تنگ ظرف خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی وہ دوسرے بزرگوں کو بھی بدنام کرتا ہے۔ میں اس سے منع نہیں کرتا کہ اختلاف مذہب بیان نکرو بیشک نیک نیتی سے اختلاف بیان کرو مگر اسمیں تعصب اور کینہ کا رنگ نہ ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات دو چار سال سے نہیں بلکہ ہزار سال سے چلے آتے ہیں اسلیے خدا کرے کہ بہت سے دلوں میں جوش ڈالدے کہ جو ان تعلقات کو دور ہونے دیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ مذہب صرف قیل و قال کا نام نہیں بلکہ جب تک عملی حالت نہ ہو ... نہیں خدا اسکو پسند نہیں کرتا جس قدر بزرگ اسلام میں یا ہندوؤں میں اوتار وغیرہ گذرے ہیں ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے عمل سے ان سچائیوں کو جن کا وہ وعظ کرتے تھے ثابت کر دکھایا ہے قرآن شریف میں بھی یہی تعلیم ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو درست کرو جس شخص کے اندر خود روشنی اور نور نہیں ہے وہ اگر زبان سے کام لیگا تو وہ مذہب کو بچوں کا کھیل بنا دے گا اور حقیقت میں ایسے ہی مصلحوں سے ملک کو نقصان پہنچا ہے انکی زبان پر تو منطق اور فلسفہ جاری رہتا ہے مگر اندر خالی ہوتا ہے۔

خدا تعالی جانتا ہے کہ میں نہایت خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں خواہ کوئی میری باتونکو نیک ظنی سے سنے یا بدظنی سے مگر میں کہونگا کہ جو شخص مصلح بننا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے خود روشن ہو اور اپنی اصلاح کرے دیکھو یہ سورج جو روشن ہے پہلے اس نے خود روشنی حاصل کی ہے۔

میں یقینا سمجھتا ہوں کہ ہر ایک قوم کے معلم نے یہی تعلیم دی ہے لیکن اب دوسرے پر لاٹھی مارنا آسان ہے لیکن اپنی قربانی دینا مشکل ہو گیا ہے پس جو چاہتا ہے کہ قوم کی اصلاح کرے اور خیر خواہی کرے وہ اسکو اپنی اصلاح سے شروع کرے قدیم زمانہ کے رشی اور اوتار جنگلوں اور بنوں میں جاکر

اپنی اصلاح کیوں کرتے تھے وہ آجکل کے لکچراروں کیطرح زبان نہ کھولتے تھے جبتک خود عمل نہ کر لیتے تھے یہی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت کی راہ ہے جو شخص دلمیں کچھ نہیں رکھتا اُسکا بیان کرنا پرنالہ کے پانی کی طرح ہی جو جھگڑے پیدا کرتا ہی اور جو نور معرفت اور عمل سے بھر کر بولتا ہے وہ بارش کیطرح ہے جو رحمت سمجھی جاتی ہے۔ اسوقت میری نصیحت یاد رکھیں آج کے بعد آپ مجھے یہاں نہ دیکھیں گے اور میں نہیں جانتا کہ پھر موقع ہو یا نہ ہو لیکن ان تفرقوں کو مٹانے کی کوشش کرو میری نسبت خواہ آپکا کچھ ہی خیال ہو لیکن یہ سمجھکر کہ ؎ مرد باید کہ گیرد اندر گوش * در نوشت است پند بر دیوار * میری نصیحت پر عمل کرو جو شخص خود زہر کھا چکا ہے وہ دوسروں کے زہر کا کیا علاج کریگا اگر علاج کرتا ہے تو خود بھی مریگا اور دوسرونکو بھی ہلاک کرے گا کیونکہ زہر اسمیں اثر کر چکا ہے اور اس کے حواس چونکہ قائم نہیں رہے اس لیئے اس کا علاج بجائے مفید ہونیکے مضر ہوگا۔ غرض جس قدر تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اُسکا باعث وہی لوگ ہیں جنھوں نے زبانونکو تیز کرنا ہی سیکھا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ میرا یہ مذہب نہیں کہ اسلام کے سوا سب مذاہب بالکل جھوٹے ہیں میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ خدا جو تمام مخلوق کا خدا ہے وہ سب پر نظر رکھتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہی قوم کی پروا کرے اور دوسروں پر نظر نہ کرے ہاں یہ سچ ہے کہ حاکم کے دورہ کیطرح کبھی کسی قوم پر وہ وقت آجاتا ہے اور کبھی کسی پر۔ میں کسی کے لیئے نہیں کہتا خدا تعالیٰ نے مجھپر ایسا ہی ظاہر کیا ہے کہ راجہ رامچندر اور کرشن جی وغیرہ بھی خدا کے راستباز بندے تھے اور اس سے سچا تعلق رکھتے تھے۔ میں اُس شخص سے بیزار ہوں جو ان کی نندیا یا توہین کرتا ہے اُسکی مثال کنوئیں کے مینڈک کیسی ہے جو سمندر کی وسعت سے ناواقف ہے جہانتک ان لوگوں کے صحیح سوانح معلوم ہوتے ہیں اُس سے پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کی راہ میں مجاہدات کیئے اور کوشش کی کہ اسی راہ کو پائیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ ہے۔ پس جس شخص کا یہ مذہب ہو کہ وہ راستباز نہ تھے وہ قرآن شریف کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اُسمیں فرمایا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔ یعنی کوئی قوم اور اُمت ایسی نہیں گذری جسمیں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ میں باوا نانک صاحب کو بھی خدا پرست سمجھتا ہوں اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ انکو بُرا کہا جائے میں انکو اُن لوگوں میں سے سمجھتا ہوں جنکے دل میں خدا تعالیٰ اپنی محبت آپ بٹھا دیتا ہے پس ان لوگوں کی پیروی کرو اور دلکو روشن کرو پھر دوسروں کی اصلاح کے لیئے زبان کھولو اس ملک کی شائستگی اور خوش قسمتی کا زمانہ تب آئیگا جب نری زبان نہ ہوگی بلکہ دل پُر درد ہوگا۔ پس اپنے تعلقات خدا تعالیٰ سے زیادہ کرو یہی تعلیم سب نبیوں نے دی ہے اور یہی میری نصیحت ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفی بس است *

KONIBAR COLLECTION
Donated by Qazi Ab...
Khuda Bakhsh Library
Acc. No. 22395

حجۃ اللہ۔ ردّ شیعہ وغیرہ	عربی مترجم اردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب مہوتسو لاہور مقصود حیات انسانی حقیقت اسلام و حیوان سے انسان بننے و انسان سے با اخلاق بننے و اخلاقی انسان سے با خدا انسان بننے کی تفصیل و تفسیر چند آیات	اردو	۳ر
فیصلہ آسمانی۔ دعا کے ذریعہ مخالفین سے فیصلہ کرنیکی تحریک	〃	۰۲ر
دافع البلاء۔ طاعون سے بچنے کا طریق و جواب بعض اعتراضات	〃	۱ر
ضیاء الحق۔ ردّ عیسائی۔ و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبد اللہ آتھم	〃	۲ر
نشان آسمانی گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے۔	〃	۲ر
سر الخلافہ۔ ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن۔ حضرت اقدس ؑ کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالونکا جواب۔ ردّ عیسائی	〃	۲ر
ضرورۃ الامام۔ امام کی ضرورۃ۔ اپنا ثبوت و مقصد بعثت	〃	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ ممانعت جہاد پر	〃	۱ر
راز حقیقت۔ ثبوت قبر حضرت عیسٰی سرینگر کشمیر محلہ خان یار میں۔	〃	۱ر
... و آریہ دھرم۔ ردّ آریہ و سکھ	〃	۱۴ر
... الرحمن۔ نشانات صداقت حضرت اقدس ؑ و چند پیشگوئیونکا پورا ہونا	عربی مترجم فارسی	۶ر
... محمدی۔ مباحثہ موضع مد کا ذکر ... ثناء اللہ کو تحدی۔	اردو و عربی مترجم اردو	۳ر
... طاعون سے بچنے کا طریق ... محمدی تعلیم کی تفصیل۔	اردو	۰۲ر
... میہ۔ قربانی کی اصل حقیقت و ... خود۔ و تفسیر چند آیات۔	عربی مترجم فارسی و اردو	عہ

تحفہ گولڑویہ۔ مفتری و صادق میں ما بہ الامتیاز۔	اردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ۔ جواب اشتہار مولوی عبد الحق غزنوی	〃	۳ر
تحفہ ندوہ۔ ندوۃ العلماء کو تبلیغ۔	〃	۱۰ر
التحدی۔ اخبار المنار کا جواب اور اسکو تحدی۔	عربی مترجم اردو	۶ر
تریاق القلوب۔ چند پیشگوئیوں پورا ہونیکی تفصیل	اردو	۱۲ر
جنگ مقدس۔ مباحثہ حضرت اقدس ؑ ہمراہ عبد اللہ آتھم عیسائی۔ ردّ عیسائی	〃	۶ر
الحق بحث لدھیانہ۔ مابین حضرت اقدس ؑ و مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں	〃	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی علامات المقربین	اردو و عربی	۵ر
تذکرۃ الشہادتین۔ اپنی جماعت کو دونوں شہیدوں کے ایمان کے نمونہ کیطرف تحریص و ترغیب	فارسی	۳ر
کشف الغطاء۔ اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اردو	۲ر
لیکچر لاہور۔ اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونے کا۔	〃	۲ر
لیکچر سیالکوٹ۔ جسمیں حضرت اقدس ؑ نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے۔	〃	۱۰ر
حضرت اقدس ؑ کی تقریروں کا مجموعہ۔ گناہ سے نجات	〃	۳ر
الحق مباحثہ حضرت اقدس ؑ ہمراہ مولوی محمد بشیر بمقام دہلی۔	〃	۸ر
مسیح ہندوستان میں۔ ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اردو	
منن الرحمن۔ تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی۔ زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔	〃	
	〃	
البلاغ۔ جسکا دوسرا نام فریاد درد ہے	〃	
ترغیب المؤمنین۔	عربی مترجم اردو	
الفرقان۔ ردّ شیعہ۔	اردو	

کئے بخود دیدہ اور ثابت شدہ طاعون کی پیشگوئی حقیقت قول امراض وغیرہ

کتاب	زبان	قیمت
نزول المسیح جسمیں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے۔ (نوٹ صحیح)	اردو	
لجۃ النور۔ عربی مترجم اردو۔ در سر شمین الشعا	عربی مترجم اردو	
نجم الہدیٰ۔ چار زبان عربی اردو۔ فارسی انگریزی		
مصنفہ حضرت حکیم الامت مولنا مولوی نور الدین صاحب		
ردّ تناسخ۔ ردّ آریہ۔ ردّ نسخ۔ ردّ شیعہ	اردو	۲ر ۲ر
فصل الخطاب و ابطال الوہیت مسیح۔ ردّ عیسائی	″	عہ۔ ار
تفسیر سورہ جمعہ جو کسی موقع پر مولوی صاحب نے لکھ دیا تھا	″	۴ر
مصنفہ حضرت مولنا مولوی عبد الکریم صاحب		
لکچر بر گناہ۔ سیرۃ مسیح۔ دعوۃ الندوہ	اردو	۱۰ر
خلافت راشدہ۔ ردّ شیعہ قرآن مجید سے	″	۸ر
مصنفہ حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب		
اعلام الناس حصہ دوم۔	اردو	۴ر
شمس بازغہ۔ ردّ کتاب گولڑوی۔	″	عہ
فک الشک۔ چند اعتراضوں کا جواب۔	″	ار
تحذیر المومنین۔ احسن الکلام	″	۴ر
سواء السبیل۔ صیانۃ الناس	″	ار ار
مسک العارف۔ چہل حدیث۔ تصدیق دعویٰ حضرت	″	ار
آیات الرحمٰن۔ ردّ عصائے موسیٰ	″	۸ر
ضیاء القرآن۔ ردّ مولوی چکڑالوی	″	۳ر
مصنفہ میر حامد شاہ صاحب		
مسلمانوں کا خدا اور اسکے حضور دعا۔	اردو	ار
پنج ارکان اسلام و سخن معقول	نظم ″	ار
دعوت دلی و لکچر اسلام۔		ار
غسل مصطفےٰ۔ مصنفہ مرزا خدا بخش صاحب	اردو	۸ر
دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو چھپ چکی ہیں		
وفات نامہ مسیح مع پیشگوئی لیکھرام و نظم	نظم پنجابی	۴ر
پیغام حق یعنی سچا اسدا۔	″	۲ر

کتاب	زبان
وفات مسیح۔ پسندیدہ حضرت اقدس	نظم پنجابی
کاسن محمدی۔ عورتوں کے لیے مفید۔	″
عاقبۃ المکذبین۔ چمکار حق۔ کا سچ بی بی	″
سچ بیان حصہ اول و دوم۔	″
حقیقت نزول مسیح۔	″
جام شہادت۔ مرثیہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید	نظم اردو
دعوۃ الحق۔ ردّ عیسائی۔ اردو۔ قاعدہ	اردو و گرمکھی
قاعدہ یسر القرآن۔ اس سے بچہ چھ ماہ تک قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔	عربی و اردو
واقعات صحیحہ مع ضمیمہ متعلق فرار پیر گولڑوی	اردو
عربی بول چال۔ عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت مفید	″
رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب منعقدہ لاہور	″
رسالہ فضل حق۔ تائید حق۔	″
دعوۃ الحق مع ضمیمہ منظوم۔ تبلیغ	″
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی
سیرۃ النبی رسول اللہ صلعم کے اخلاق میں	عربی مترجم اردو
سلاسل فضائل۔ رسول کے فضائل میں	″
حمائلیں و قرآن مجید مترجم و غیر مترجم	از ۱۳ر
مصنفہ ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب	
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اول۔	اردو
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عم۔	″
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲	″
ذکر الحکیم نمبر ۱۱	″
مفتاح القرآن۔	″
تشخیص الامراض۔	″

KBOPL
U297.86 G212T
AC22395